طویل احساس تھا، اڑھائی ماہ قبل ۲۹ اپریل ۱۹۳۱ء کو جموں میں ایک سپاہی کے ہاتھوں توہین قرآن کا واقعہ پیش آیا۔ یہ خبر سرینگر پہنچی تو عوام میں زبردست ہلچل پیدا ہوئی۔
ڈوگرہ حکومت کے عہد میں کشمیر کے معاشی نظام کو درہم برہم کر دیا گیا یہاں کی صنعت وحرفت کو پاش پاش کر دیا گیا۔ مسلمانان کشمیر پر ظلم وبربریت کا شکنجہ کستے گئے۔ مسلم تعلیم یافتہ نوجوانوں کی تعداد بڑھتی گئی یا تو ان کو اپنی تعلیمی قابلیت سے کم تر عہدوں پر تعینات کیا جاتا رہا یا سرے سے ہی ملازمت کی ہوا لگنے ہی نہ دی جاتی۔ مصائب و آلام کے ایسے ایسے پہاڑ مسلمانان کشمیر پر ٹوٹ پڑے کہ ان کے ذکر سے آج بھی آنکھیں نم ہونگی۔
حکومت اور عوام کے درمیان رابطے کی کمی تھی۔ سرکار مسلمانوں کے دکھ درد اور ان کے جذبات وخواہشات سے انجان تھی۔ رعایا کے پاس اپنی آواز سرکار تک پہنچانے کا کوئی وسیلہ نہ تھا، سنجیدہ اور نازک معاملات پر بھی سرکار نے لاپروائی برتی۔ سرکار کیخلاف کشمیری مسلمانوں کی بے اطمینانی کا سبب انہیں اعلیٰ عہدوں سے دور رکھنا تھا۔ مہاراجہ ہمیشہ مسلمانوں کی طرف سے بدظن ہی رہے۔ اپنی حکمرانی قائم کرتے ہی مسلمانوں کو اس قدر استحصال کا نشانہ بنایا گیا کہ وہ اپنے خول میں بند ہو کر رہ گئے، اپنی قدیم اور فرسودہ روایات سے چمٹے رہے مقصد یہ تھا کہ وہ اپنی شناخت کے وسیلے تلاش ہی نہ کر سکیں۔ سیاسی اسباب کی بنا پر انہیں یہ وسیلے تلاش کرنے اور ان سے اپنی شناخت کو مستحکم کرنے کی مہلت ہی نہ ملی۔

مجھ کو مخالفت جہاں کرنی تھی چپ تھا میں
اتنا تو ظالموں کا مددگار میں بھی تھا

چند برسوں سے مجھ پر یہ واضح ہونا شروع ہو گیا کہ تاریخ کشمیر کی شکل وصورت

اس قدر مسخ کی گئی ہے کہ نئی نسل کو اسے کھنگالنا ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے ایسے میں ہم پر فرض ہے کہ ہم نئی نسل کو کم از کم قریبی تاریخ اصل صورت میں بتانے کی جسارت کریں۔ حالات وواقعات کو ظاہر کرنے میں کیونکر جھجھک محسوس کروں۔ ساری باتوں کو بالکل صاف الفاظ میں سیدھی سادھی طرح بیان کیا جائے تو معاملہ یہ ہے کہ مذکورہ حالات وواقعات کو اتنی بار اور بار بار توڑ مروڑ کر پیش کیا جاتا ہے کہ اصلی لگے۔ کشمیری قوم اگر دلیر اور بہادر ہے مگر از حد معصوم بھی ہے کہ وقت وقت پر ان کو اندھیرے میں رکھا گیا ہے۔

تاریخ نسل نو کے مورخ ذرا ٹھہر
میں آرہا ہوں سینکڑوں سچائیاں لئے

زندگی کا سفر مسلسل ہے مناظر بدلتے رہتے ہیں زندگی کا شیرازہ ریزہ ریزہ ہو چکا ہے۔ کشمیریوں میں تحقیر کا جذبہ پیدا کیا جا رہا ہے، اب ہمارے معاشرے میں فرد کی بے حسی کا یہ عالم ہے کہ وہ بڑی سے بڑی ذلت کو بھی اپنے معمولات میں شامل کرتا حالانکہ کشمیری مسلمانوں کا وقار بکھرانے سے قومی سالمیت مضبوط نہیں ہو سکتی۔ انتظامیہ جب فیل ہوتی ہے تو شاطر اور بدمعاش اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ بغاوت، انتشار کو ایک جیسا نہیں سمجھنا چاہیئے۔ ضروری نہیں کہ کوئی قانون شکن شخص محب وطن ہی ہو منافقت کا کہرا ہر طرف چھایا ہوا ہے۔ ۱۹۹۰ میں ملی ٹنسی کا آغاز ہرگز ہرگز اتفاقی نہیں تھا۔ اس کے پس پردہ بے چینی، بے قراری اور لاشعوری تبدیلی کا ایک طویل احساس تھا، اضطراب کی ان چنگاریوں کو شجاعت ودلیری کی ہوا ملی جو کسی کے وہم وگماں میں نہ تھا۔ آج ہمارے پاس احساس کا کوئی ایسا آلہ نہیں ہے کہ اس کرب کی شدت کو محسوس کیا جائے جس سے کشمیر کے لوگ گذر رہے تھے۔

قانون یا قانون کا کوئی حصہ پوری طرح سے خلوت Privacy کا تحفظ نہیں کرتا بلکہ آج کل خلوت جنگلوں میں ہی ملے گی۔ فرقہ واریت دورِ جدید کا فینومنا ہے۔ فرقہ واریت فرقہ وارانہ فساد سے زیادہ ہیبت ناک ہے۔ فساد میں بربادی کے آثار سب کچھ پرسکون نظر آتا ہے لیکن فرقہ واریت کی آگ ہمیشہ دلوں میں جلتی رہتی ہے۔ ہندوستان کی تاریخ میں بہت سے نشیب و فراز آئے فکر نے نئی کروٹیں لیں اور نئے افکار نے ذہنوں میں جگہ پائی کشمیر کی سرزمین پر ایک سچائی لہو سے نہائی ہوئی تڑپتی تڑپتی مرگئی۔ ملک میں عدم رواداری کا ماحول پیدا کیا جارہا ہے جس کی وجہ سے ہر کوئی خوف و ہراس کی زندگی گذارنے پر مجبور ہے گزشتہ تیس (۳۰) برسوں سے وادی کشمیر کے لوگ خاک اور خون میں نہارہے ہیں، بے گناہ لوگوں کو وحشیانہ طریقے سے قتل کیا جارہا ہے۔ کشمیری شدید کشمکش میں ہے وہ یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ اس ملک میں اس کی حیثیت کیا ہے۔

مرید دیر ہوئے وضع مغربی کرلی
نئے جنم کی تمنا میں خودکشی کرلی

فقط

ممتاز بیگ

نوٹ: راقم نے اس ضمن میں درج ذیل کتب کا بغور مطالعہ کیا ہے

(۱) ندائے حق: از الحاج منشی اسحاق اور منشی غلام حسن
(۲) سفر زندگی: از ڈاکٹر کرن سنگھ
(۳) تاریخ کشمیر: ۱۹۴۷ سے ۱۹۷۷ تک: از خواجہ ثناء اللہ بٹ
(۴) آتش چنار خودنوشت: از شیخ محمد عبداللہ
(۵) تحریک آزادی کشمیر: از غلام نبی خیال

تاریخ کشمیر کے گم شدہ اوراق

باب ۱

(۱) بیعنامہ امرتسر: تاریخی پس منظر
(۲) راجہ گلاب سنگھ والیٔ جموں کیسے مہاراجہ بن گیا

یوسف شاہ چک کے بعد مغل آئے، افغان آئے، ۱۸۴۶ء میں ڈوگرہ حکومت بنی۔ اُن کے ظلم وستم سے نہ صرف سرینگر اجڑا بلکہ دیگر مراکز بھی لٹ پٹ گئے۔

راجہ گلاب سنگھ والیٔ جموں مہاراجہ رنجیت سنگھ کے کمانڈر ان چیف تھے۔

انگریزوں نے گلاب سنگھ سے سازش کی کہ وہ کسی طرح انگریزوں کیخلاف لڑنے کے لئے مہاراجہ کی فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں نہ لے بلکہ انگریزی فوج کی مدد کریں۔ انگریزوں نے افغانستان پر قبضہ کرنے کیلئے سکھ جوانوں کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی لیکن جب وہ تیار نہ ہوئے تو گلاب سنگھ نے انہیں سمجھا سمجھا کر انگریزوں کا ساتھ دینے کیلئے تیار کیا۔

۱۸۴۴ میں جب لاہور میں راجہ گلاب سنگھ اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے درمیان معاہدہ ہوا تو گلاب سنگھ کی خدمات کے صلہ میں دریائے راوی اور دریائے اٹک کا تمام

درمیانی علاقہ راجہ گلاب سنگھ کے حق میں بیع کرنے کا فیصلہ ہوا جس کی تکمیل ۱۸۴۶ء میں امرتسر کے مقام پر ہوئی معاہدے کی رو سے یہ تمام علاقہ جس میں کشمیر بھی شامل تھا۔ ایک کروڑ روپیہ (نانک شاہی) جو انگریز کے ۷۵ لاکھ روپے کے برابر ہوتے ہیں بیع ہوا اور بعد میں مہاراجہ نے اٹک اور ڈلہوزی کے کچھ علاقوں کو برضا و رغبت خود چھوڑ دیا اس کے عوض میرپور کا علاقہ جس میں اُس وقت مسلمان راجوں کی حکومت تھی اپنے بیعنامہ میں شامل کرالیا اور کل رقم میں سے ۲۵ لاکھ روپے کم کرالئے اس طرح چالیس لاکھ کی انسانی آبادی پچاس لاکھ کے عوض مہاراجہ کے پاس فروخت ہوئی اور وہ ان کے سیاہ و سفید کا مالک بنا۔

کشمیر پر اپنا تسلط جمانے کیلئے مہاراجہ گلاب سنگھ نے اپنے ایک جرنیل زور آور سنگھ کو حکم دیا کہ کشمیر کے شمالی علاقہ گلگت کو فتح کر کے کشمیر ریاست میں شامل کرے۔ یہ علاقہ دریائے اٹک کے شمالی کنارے کی طرف واقع ہے اور اس میں مسلمانوں کی تین چھوٹی ریاستیں ہنزا، ہنگر، اور گلگت تھیں جس کے راجہ شیعہ مسلمان تھے۔ جرنیل زور آور سنگھ نے اس علاقہ کو فتح کر کے ریاست میں شامل کرلیا۔ اس طرح کشمیر کی سرحدات تبت، چین، روس اور افغانستان کے ساتھ جاملیں۔

باب ۲

(۱) مہاراجہ سرکار کا قیام اور ریزیڈنسی قائم کرنے کی اجازت

(۲) جموں وکشمیر کی خستہ حالی اور کسمپرسی پر سر ایلنس بنرجی کی پریس کانفرنس

ریاست میں مہاراجہ سرکار کا قیام تاریخِ کشمیر کا نہایت ہی دردناک سانحہ ہے یہ شکست کی سچی کہانی ہے۔

انگریز کو جب گلگت کی اہمیت کا اندازہ ہوا تو مہاراجہ گلاب سنگھ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا رنبیر سنگھ جب گدی پر بیٹھا تو انہوں نے مہاراجہ سے اجازت لے کر گلگت میں پولٹیکل ایجنسی قائم کی لیکن بعد میں اسے بند کر دیا گیا۔ کچھ مدت کے بعد پھر مہاراجہ رنبیر سنگھ سے اس ایجنسی کی جگہ ریزیڈنسی قائم کرنے کی اجازت چاہی جس کو مہاراجہ نے قبول نہیں کیا۔ بلکہ ایجنسی قائم کرنے کی بھی اجازت نہ دی۔ ۱۸۸۱ء میں مہاراجہ پرتاب سنگھ سے پھر برطانیہ نے دوبارہ ریزیڈنسی کی اجازت چاہی لیکن مہاراجہ پرتاب سنگھ نے تخت سے دست بردار ہونا تو قبول کیا لیکن ریزیڈنسی کے قیام کی اجازت نہ دی۔

مہاراجہ پرتاپ سنگھ لاولد تھے اس لئے انہوں نے راجہ امر سنگھ کے لڑکے راجہ ہری سنگھ کو دوسرا متبنیٰ بنا کر ولی عہد قرار دیا۔

ریزیڈنسی کے قیام کے بعد وزراء کے اختیارات کو محدود کرنے کیلئے یکم اپریل ۱۸۹۰ کو برطانوی حکومت نے کونسل کو لکھا۔ وزراء جو پہلے نظم و نسق چلانے کیلئے آزاد تھے آئندہ وہ تمام امور کے متعلق ریزیڈنٹ سے پہلے منظوری حاصل کریں اور بعد میں ان پر عمل درآمد کیا جائے۔

۱۸۹۱ء میں مہاراجہ پرتاپ سنگھ بھی ریزیڈنسی کے ساتھ مل کر کام کرنے پر رضامند ہو گئے تو اس کو کونسل کی صدارت سپرد کر دی گئی۔ مہاراجہ سے زیادہ اختیارات ریزیڈنٹ کو حاصل تھے۔

مہاراجہ پرتاپ سنگھ کی وفات کے بعد ۱۹۲۵ میں مہاراجہ ہری سنگھ تخت پر بیٹھا تو انہوں نے ریاست کے اندر برطانوی ریشہ دوانیوں کے خاتمہ کیلئے کچھ تدبیریں سوچیں سب سے پہلے برطانیہ کا جھنڈا (یونین جیک) ریاست کے اندر لہرانا بند کر دیا اور پھر موسم سرما میں ریزیڈنٹ کو اپنا ہیڈ کوارٹر ریاست سے باہر لے جانے پر مجبور کر دیا۔ اس سے ارباب حکومتِ ہند تلملا اٹھے۔ ادھر دوسری عالمی جنگ کے خطرات دِن بہ دِن بڑھ رہے تھے۔

برطانیہ گلگت کو اپنے قبضے میں لینا چاہتی تھی کہ روس سے ہندوستان کے لئے جونہی خطرہ پیدا ہو تو اس کا مناسب تدارک کیا جا سکے۔

۱۵ مارچ ۱۹۲۹ء کو سر ایلبین بنرجی نے مہاراجہ کے ایگزیکٹو کونسل سے استعفیٰ دے دیا۔ مستعفی ہونے کے بعد جب وہ لاہور پہنچے تو پریس کانفرنس میں بتایا کہ جموں و کشمیر کی ریاست بہت سی ناانصافیوں کی شکار ہے۔ اس ریاست کی بڑی اکثریت مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ یہ لوگ غربت و افلاس کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ انہیں اندھے اور گونگے مویشیوں کی طرح ہانکا جاتا ہے حکومت اور عوام میں کوئی رابطہ نہیں ہے

اور نہ ہی شکایات کا ازالہ کرنے کا کوئی موقع فراہم کیا جاتا ہے۔ ریاست میں رائے عامہ کو ابھرنے کا موقع ہی نہیں دیا گیا۔ عوام کی شرمناک اقتصادی بدحالی ریاست کے تمام مصائب کی جڑ ہے اگرچہ لوگ بڑے سمجھدار اور اچھے ہیں لیکن ان کو زندگی کا سکھ نہیں ملتا۔

باب ۴

(۱) ۱۳ر جولائی ۱۹۳۱ء کا خونین واقعہ

(۲) ۲۲ر افراد نے دیوار کی بلندی سے اذان پوری کی۔

(۳) حکومتِ وقت کی طرف سے ۱۹ر ایل آرڈیننس نافذ کردیا گیا جو بغاوت کو کچلنے کیلئے عملایا جاتا تھا۔

۱۳ جولائی ۱۹۳۱ء کی صبح نے مشاہدہ کیا کہ لوگ جوق در جوق سرینگر کے سینٹرل جیل پہنچ رہے ہیں۔ ہر کوئی اس بات سے بے خبر کہ یہ دن اُن کے لئے کیا لانے والا ہے۔ بے تحاشہ سینٹرل جیل کی اور بڑھتے گئے ۔

لوگ ساتھ آتے گئے اور کارروان بنتا گیا

سپاہی بندوقیں تانے شدید تناؤ میں تھے لوگ جیل کے اندر جا کے خود مقدمے کی کارروائی سننا چاہتے تھے کہ سپاہیوں نے سختی سے روک دیا۔ دوپہر کے وقت لوگ نماز پڑھنے کیلئے دیوار پھلانگ کر صحن میں صف در صف کھڑے ہوئے کہ ایک مسلمان دیوار کی بلندی سے اذان دینے لگا۔ گورنر کے اشارے سے سپاہیوں نے گولیاں برسانا شروع کیا اور موذن شہید ہو گیا، جنون کا پارہ چڑھتا گیا اذان کو جاری رکھنے کیلئے دوسرے نے اس کی جگہ لی۔ گولیوں سے اُس کا بھی بدن چیر ڈالا گیا۔ یوں بائیس (۲۲) موذن شہید ہوئے تب

جا کے اذان پوری ہوئی۔ زخمیوں کی تعداد کئی سو تھیں عوام پوری طرح مشتعل ہوئی انہوں نے جیل کی پولیس لائین میں آگ لگادی۔ ایک شہید کا کرتا اٹھا کر خونین پرچم کے نیچے زخمیوں اور شہیدوں کو چار پائیوں پر لٹا کر جامع مسجد کی طرف چل پڑے۔ جلوس حالات کا ... کئے بغیر جامع مسجد پہنچا۔ لاشیں رات بھر وہیں رہیں اگلے روز اسسٹنٹ کمشنر پولیس خواجہ سلام شاہ نقشبندی کے ساتھ مولوی یوسف شاہ اور دیگر پچاس آدمی سپاہیوں کی نگرانی میں جنازے کے ساتھ گئے اور نقشبند صاحب کی زیارت کے احاطے میں لاشوں کو سپردِ خاک کیا گیا ۔

ہم خون کی کتنی قسطیں دے چکے لیکن
اے ارضِ وطن قرض ادا کیوں نہیں ہوتا

اس دن حکومت نے شہر اور گردنواح میں ۱۹ر ایل آرڈیننس نافذ کردیا۔ یہ آرڈیننس مسلح بغاوت کو کچلنے کیلئے عملایا جاتا تھا۔ بوڑھے اور ادھیڑ عمر کے لوگ جونہی راستہ چلتے دکھائی پڑتے تھے۔ اُن کو سپاہیوں نے پیٹ کے بل رینگنے کیلئے مجبور کردیا۔ ہر طرف دہشت کا ماحول تھا۔ ہر سو فوج پھیلادی گئی تھی۔ نہ جانے کتنے لوگ گرفتار ہوئے، جائیدادیں لوٹی گئیں، لوگوں کو ایک بار پھر بے عزت کیا گیا۔ بندوق کی نوک پر مہاراجہ زندہ باد کے نعرے لگوائے گئے۔ زندگی ایک بار پھر مفلوج ہو کے رہ گئی۔ ادھر جیل کے دوسری طرف مقدمہ کا فیصلہ سنایا گیا۔ عبدالقدیر کو تین سال کی قید ہوئی لیکن ایک سال کے اندر اندر اسکو ریاست کے حدود کے باہر رہا کردیا گیا۔ وہ غیر کشمیری تھے جب جنوری ۱۹۳۲ میں شیخ محمد عبداللہ پہلی بار گرفتار ہوئے تو اُس کی عبدالقدیر خان سے جیل میں طویل ملاقات ہوئی ۔

رندوں کو بھی معلوم ہیں صوفی کے کمالات
ہر چند کہ مشہور نہیں ان کے کرامات

باب ۵

(۱) سرینگر، اننت ناگ اور شوپیاں میں پُر تشدد واقعات
(۲) اس کی تحقیقات کرنے کیلئے مہاراجہ نے ڈلٹن کمیشن کا تقرر کر دیا
(۳) ساتھ ہی ساتھ پریس کی آزادی کیلئے گلنسی کمیشن کا قیام

۱۳ جولائی کے خونین واردات کے ردِ عمل کے طور پر سرینگر، اننت ناگ اور شوپیاں میں پُر تشدد واقعات رونما ہوئے۔ مہاراجہ ہری سنگھ نے ۵ دسمبر ۱۹۳۱ کو ایک انگریز افسر مسٹر ڈلٹن کی سرکردگی میں ایک کمیشن مقرر کیا۔ جو ان خونین واقعات کی تحقیقات کرے۔ مہاراجہ نے شیخ محمد عبداللہ کو کمیشن کا ممبر نامزد کیا
۱۲ نومبر ۱۹۳۱ء کو مسٹر بی جے گلانسی کی سرکردگی میں مہاراجہ نے ایک کمیشن کا تقرر کیا تھا۔ ڈلٹن کمیشن کے خاتمہ کے ساتھ ہی شیخ محمد عبداللہ کو اس کمیشن کے لئے بھی بطور ممبر نامزد کیا گیا جہاں وہ اس کمیشن کے اغراض و مقاصد سے واقف ہوئے۔ اس کمیشن کی سفارشات میں پریس اور پلیٹ فارم کی آزادی، ضبط کیا ہوا اوقاف کی واگذاری اور ۸۰ فیصد مسلمانوں کی ملازمتوں میں پچاس فیصد کے تناسب سے نمائندگی

شامل تھی۔ اس کمیشن کے دوران جنوری ۱۹۳۲ء میں شیخ محمد عبداللہ کو ہفتہ عشرہ کیلئے گرفتار کر کے سینٹرل جیل پہنچایا گیا جہاں عبدالقدیر خان بھی مقید تھے۔
وادی میں اس وقت محض پنڈتوں میں شیو نارائن فوطیدار کی قیادت میں ایک پارٹی کام کر رہی تھی۔ مسلمانوں میں سرے سے کوئی سیاسی پارٹی تھی ہی نہیں۔
پنجاب میں مرزا محمود قادیانی کی سربراہی میں میٹنگ ہوئی کہ کس طرح مہاراجہ کشمیر کو زیر کر کے انگریزوں کو گلگت کا ٹھیکہ دلایا جائے۔ دو احمدی نوجوان جو علی گڑھ میں شیخ محمد عبداللہ کے قریبی ساتھی رہ چکے تھے سے بھی رجوع کیا گیا۔
اکتوبر ۱۹۳۲ء میں پتھر مسجد کے احاطے میں ایک بھاری جلسہ منعقد ہوا اور مسلم کانفرنس کا قیام عمل میں لایا گیا۔ شیخ محمد عبداللہ اس تنظیم کے صدر چن لئے گئے۔
شیخ عبدالحمید ایڈوکیٹ نائب صدر، چودھری غلام عباس جنرل سیکریٹری اور مولوی عبدالرحیم وکیل سیکریٹری منتخب ہوئے۔

باب ۶

(۱) مہاراجہ ہری سنگھ نے گلانسی کمیشن کی سفارشات پر عمل درآمد کی غرض سے پرجا سبھا کے قیام کا اعلان کر دیا۔ مسلم کانفرنس نے چناؤ میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا

(۲) انتخابات کے دوران پنڈت شیونارائن فوطیدار نے رسول اللہ ﷺ کی ذات پر حملہ کیا۔ اس ضمن میں شیخ محمد عبداللہ نے لوگوں کو نرم رویہ اپنانے کا مشورہ دیا۔

۱۹۳۳ کے موسم بہار میں سرینگر میں نوجوانوں کا احتجاجی دھرنا شروع ہوا کہ کس طرح تحریک کو مرزائیت کے غلبہ سے دور رکھا جائے۔ اس دوران شیخ محمد عبداللہ لاہور میں اپنے سسرال شفٹ ہوئے جس کے متصل قادیانیوں کا مرکزی دفتر تھا۔ اُدھر پنجاب میں علامہ اقبال کی زیر صدارت مجلس احرار نے اس تشویش کا برملا اظہار کیا کہ قادیانیوں کی طرف سے شیخ محمد عبداللہ کو روپیوں کا کشمیر بھیجنا غلط نتائج کا باعث ہو سکتا ہے۔ قادیانیوں کا مقصد یہی تھا کہ کشمیری مسلمانوں کو قربانی کا بکرہ بنا کر اُن کے خون سے ہولی کھلی جائے اور جب انگریز کا کام پورا ہو تو پھر مسلمانوں کو ایسے گڑھے میں دھکیل

دیا جائے جہاں سے وہ تمام عمر نکل نہ سکیں گے۔ ان کی تحریک کا مقصد مہاراجہ کو حکومت برطانیہ کے سامنے گھٹنے ٹکوانے اور اس سے گلگت ہتھیانے کے سوا کچھ نہ تھا۔ مجلس احرار اس کھیل کو سمجھ گئی تو انہوں نے تحریک میں مداخلت کی نیت سے ایک وفد سرینگر بھیجا تو شیخ محمد عبداللہ نے اُن کے ساتھ بے اعتنائی برتی۔ انہوں نے قادیانیوں اور حکومت برطانیہ کا مشورہ قبول کر کے احرار کی قربانیوں کو نظر انداز کر دیا۔ مہاراجہ ہری سنگھ نے گلانسی کمیشن کی سفارشات پر عمل درآمد کرنے کی غرض سے پرجا سبھا (اسمبلی) کے قیام کا اعلان کر دیا۔ مسلم کانفرنس نے پرجا سبھا کے ان انتخابات میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا مگر قادیانیوں نے الیکشن میں حصہ لینے سے صاف انکار کیا۔ اس کے بعد ۱۹۳۴ء میں ہی بخشی غلام محمد، مرزا محمد افضل بیگ، مولوی محمد سعید مسعودی، محمد مقبول بیہقی، خواجہ غلام محمد صادق، راجہ محمد اکبر (میرپور) مولوی عبداللہ بساطی، حاجی وہاب الدین، غلام قادر پونچھی مسلم کانفرنس کے صفوں میں جٹ گئے۔ نئی اسمبلی یعنی پرجا سبھا کے لئے ۵۷ سیٹیں مقرر ہوئیں جن میں سے ایک تہائی یعنی انیس (۱۹) سیٹیں مسلم کانفرنس کو الاٹ ہوئی۔ انتخاب کا طریقہ کچھ یوں طے پایا۔

پارٹی جس امیدوار کو الیکشن لڑنے کیلئے نامزد کرنے اس کیخلاف مسلم کانفرنس کا ہی دوسرا رکن آزاد امیدوار کی حیثیت سے چناؤ لڑتے اور بعد میں کامیاب امیدوار مسلم کانفرنس کا ہی ممبر تصور کیا جائے۔

انتخابات کے دوران شیونارائن فوطیدار نے رسول اللہ ﷺ کی ذات پر حملہ کیا۔ اس ضمن میں شیخ محمد عبداللہ نے مجاہد منزل میں منعقدہ اجلاس میں اس واقعہ کی مذمت کی۔ خلاف معمول اپنی تقریر مختصر کی اور لوگوں سے کہا کہ وہ جامع مسجد جا کر مولوی محمد یوسف شاہ سے ساری تفصیلات جانیں۔ مولوی محمد یوسف شاہ نے اس توہین آمیز

واقعہ کیخلاف پرزور احتجاج کیا۔ اگلے روز گاؤ کدل کے اجلاس میں شیخ محمد عبداللہ نے لوگوں کو نرم رویہ اپنانے کا مشورہ دیا اور کہا کہ الزام ثابت ہونے تک معاملہ کو الجھانا جائز نہیں۔

۴ ستمبر ۱۹۳۴ء کو ووٹ پڑے اور مسلم کانفرنس زیر صدارت شیخ محمد عبداللہ ایک تہائی اکثریت سے جیت گئی۔ مسلم کانفرنس کی پارلیمانی پارٹی نے میاں احمد یار خان کو اپنا لیڈر اور مرزا محمد افضل بیگ کو ڈپٹی لیڈر چن لیا۔ پرجا سبھا کا پہلا اجلاس ۷ اکتوبر ۱۹۳۴ کو ہوا اس میں مہاراجہ ہری سنگھ نے بھی حصہ لیا۔

باب ۷

(۱) مہاراجہ ہری سنگھ نے انگریزوں کو گلگت کا اجارہ دینا منظور کیا۔
(۲) چھٹیاں گذارنے کی غرض سے علی محمد جناح کی سرینگر میں آمد
(۳) مقامی باشندہ سبحان حجام کا عوامی تعاون حاصل کرکے فحاشی کے مراکز بند کروانا

۱۹۳۵ء میں مہاراجہ نے انگریزوں کو ساٹھ سال کیلئے گلگت کا اجارہ دینا منظور کیا۔ انگریز کا کام پورا ہو چکا تھا ریاست کے وزیر اعظم مسٹر کالون بن چکے تھے۔ قادیانی اپنے سفید خداؤں کی رضا جوئی کر چکے تھے اب انہیں کیا غرض تھی کہ وہ دیکھتے کہ مسلمانوں کو کچھ ملا کہ نہیں۔ اگلے تین سال تک قادیانی ایک ایک کر کے مسلم کانفرنس سے الگ ہو گئے مگر اس کے بعد بھی آٹھ سال تک برابر شیخ محمد عبداللہ کو روپیہ بھیجتے رہے۔

کشمیر پولیس کا ایک افسر مہر علی کا مقدمہ سرجور دلال کی عدالت میں چل رہا تھا۔ مہر علی در پردہ مسلم کانفرنس کی مدد کرتا تھا یہ مقدمہ اس کے حنیفہ بیگم کے ساتھ متنازع نکاح سے متعلق تھا۔ ۱۹۳۵ء میں مسٹر علی محمد جناح چھٹیاں گذارنے کے لئے کشمیر آئے اور ہاؤس بوٹ میں قیام کیا۔ شیخ محمد عبداللہ اپنے نئے ساتھیوں میں سے مرزا محمد افضل

بیگ کو ساتھ لیکران سے ملنے ہاؤس بوٹ گیا اور اُن کو یہ کیس لڑنے کیلئے آمادہ کیا۔ ایک
بڑے ہی باریک نقطے کی تشریح پر مقدمہ جیت گئے۔ اس واقعہ سے اُدھر کانگریس اور
پنڈت نہرو کے دماغ میں ہلچل پیدا ہوئی۔ وادی سے پنڈت پریم ناتھ بزاز کے
کانگریسیوں کے ساتھ قریبی تعلقات تھے وہ پنڈت نہرو کے بھی ہم نوا تھے۔
اسی سال کے اخیر میں پنڈت پریم ناتھ بزاز اور شیخ محمد عبداللہ کی شراکت میں
ہفت روزہ اخبار خدمت شائع ہوا۔ وہ شیخ محمد عبداللہ کے مشیر خاص ہو گئے اور مسلمانوں
کے سر پر ایک تلوار کی صورت اختیار کر گئے۔
ڈوگرہ راج کے قیام کے ساتھ ہی سرینگر اور اس کے گرد نواح میں فحاشی کے
مراکز منظر عام پر آ گئے۔ اس کو جائز پیشہ قرار دیا گیا کوئی بھی ۱۰۳ روپیہ دیکر باضابطہ
لائینس حاصل کر سکتا تھا۔ اس پر پچاس فیصد حساب سے رقم سرکاری خزانے میں بطور
ٹیکس داخل ہوا کرتی تھی۔ سرینگر کے میسومہ علاقے میں بھی بڑا رنڈی مرکز ہوا کرتا تھا۔
۱۹۳۵ء میں اسی علاقے کے رہنے والے سبحان حجام نے ایسے مراکز بند کروانے کے لئے
عوام کا تعاون حاصل کرنا چاہا۔ وہ سب سے پہلے شیخ محمد عبداللہ کے پاس گئے تاکہ اس کا
تعاون حاصل کیا جائے مگر وہ ہر دم انکار ہی کرتے رہے اور کہا کہ وہ مہاراجہ سے اپنے
تعلقات داؤں پر نہیں لگا سکتے قطع نظر اس کے مسلم کانفرنس کے اکثر لیڈران نے اس
مقصد کے لئے سبحان حجام کو اپنا دستِ تعاون پیش کیا اور مہاراجہ کو ایسے تمام مراکز یکسر بند
کروانے پڑے اور شاہی خزانے کو بھاری نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔ شیخ محمد عبداللہ سے
مایوس ہو کر سبحان حجام عوام کو جذباتی نظمیں سنا سنا کر اس پیشہ کا قلع قمع کرانے کیلئے اکساتا
تھا وہ بالکل ان پڑھ تھا۔ تاریخ کشمیر سے اب یہ ورق کہیں گم ہو چکا ہے۔

باب ۸

(۱) شیخ محمد عبداللہ اور جواہر لال نہرو کی پہلی ملاقات جو پانچ دنوں پر محیط رہی

(۲) پنڈت نہرو کا شیخ عبداللہ کو مشورہ۔ مسلم کانفرنس توڑ کر نیشنل کانفرنس کی تشکیل تاکہ غیر مسلم تنظیم کی صفوں میں داخل ہو کر اپنا کام کریں۔

۱۹۳۷ء میں شیخ محمد عبداللہ اور بخشی غلام محمد لاہور ریلوے سٹیشن پر پنڈت
جواہر لال نہرو سے ملے۔ یہ ملاقات پنڈت پریم ناتھ بزاز کی وجہ سے ممکن ہوئی بہر
کیف دونوں ٹرین میں بیٹھ کر پنڈت نہرو سے محو گفتگو ہوئے۔ نہرو جی نے کہا کہ وہ
کشمیری پنڈتوں کی نسل سے ہے۔ شیخ محمد عبداللہ نے برجستہ کہا کہ وہ خود مسلمانوں کی
اس صنف سے تعلق رکھتا ہے جس کی رگوں میں اسی برادری کا لہو گردش کرتا ہے اس کے
اسلاف چار پانچ پشت پہلے کشمیری پنڈت تھے۔ بخشی غلام محمد نے بھی نانی کے حوالے
سے اپنے برہمن زاد ہونے کا یقین دلایا وہ شیخ محمد عبداللہ کے چٹکی لینے کے اشارے سے
سمجھ گئے اور شاہدرہ ریلوے اسٹیشن پر ہی اتر گئے۔ اب پنڈت جی کی توجہ کا مرکز شیخ محمد
عبداللہ ہی تھے۔ دوران سفر پنڈت جی نے ان کو مشورہ دیا کہ وہ ریاست کے ہر
باشندے کے لئے تنظیم کے دروازے کھلے رکھیں تاکہ غیر مسلم تنظیم کی صفوں میں داخل

ہو کر اپنا "کام" کریں۔

پنڈت نہرو صوبہ سرحد کے دورے پر جا رہے تھے شیخ محمد عبداللہ برابر دورے پر ان کے ساتھ رہے۔ یوں یہ چھوٹی سی ملاقات پانچ دنوں پر محیط رہی وہ خان عبدالغفار خان اور اُن کے بڑے بھائی ڈاکٹر خان سے متعارف ہوئے۔ صوبہ سرحد کے خان برادرس پنڈت جواہر لال نہرو کے وفاداروں میں گنے جاتے تھے۔

پرجا سبھا کی چار سالہ معیاد ختم ہونے کے بعد مسلم کانفرنس نے ۱۹۳۸ء میں دوبارہ انتخابات میں جیت درج کرائی۔ چناؤ کے دوران جب پارٹی کے کچھ زعما شیخ محمد عبداللہ کی ہدایت پر مظفر آباد گئے انہوں نے یہ بات نوٹ کی کہ جس حلقہ سے میاں یار محمد خان چناؤ لڑ رہے تھے وہاں ان کے مدمقابل گیلانی صاحب کی پوزیشن بہت مضبوط تھی۔ گیلانی صاحب مسلم کانفرنس سے ہی تعلق رکھتے تھے اور منڈیٹ نہ ملنے پر آزاد امیدوار کی حیثیت سے الیکشن لڑ رہے تھے جب کہ شیخ محمد عبداللہ حسبِ سابقہ مسٹر خان کو ہی کامیاب دیکھنا چاہتے تھے۔ اب پارٹی کے زعما نے مظفر آباد پہنچ کر مقامی لوگوں سے اس سلسلے میں بات چیت کی تو وہ رو پڑے اور کہنے لگے اب کافی دیر ہو چکی ہے انہوں نے ذہن بنالیا ہے کہ وہ گیلانی صاحب کو اپنا قیمتی ووٹ دیں کیونکہ اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو گیلانی صاحب جو ان کے مذہبی پیشوا بھی ہیں ایسی صورت میں ان سے کلمہ واپس لیں گے۔ بہر حال بروقت مداخلت سے یار محمد خان محض پچاس ووٹوں سے جیت گئے اور پرجا سبھا میں مسلم کانفرنس پارٹی کے لیڈر بن گئے اور مرزا محمد افضل بیگ بدستور ڈپٹی لیڈر قرار پائے۔ ۱۹۳۴ء سے ہی شیخ محمد عبداللہ کا ذمہ دار نظام حکومت کا مطالبہ رہا کہ کابینہ میں مسلم کانفرنس کے چار ارکان شامل کئے جائیں اور کشمیری مسلمان وزیر اعظم نامزد ہو۔

۱۹۳۸ء میں پنڈت جواہر لال نہرو اور خان عبدالغفار خان سے ملاقات کرنے کے فوراً بعد شیخ محمد عبداللہ کی صدارت میں ایک اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس میں قرارداد پیش ہوئی کہ آئین میں ترمیم کرکے مسلم کانفرنس کو نیشنل کانفرنس میں تبدیل کیا جائے مگر شدید مخالفت کی بنا پر یہ قرارداد پاس نہ ہوئی۔ چودھری غلام عباس، اللہ رکھا ساغر، عبدالحمید قریشی، بخشی غلام محمد، مرزا محمد افضل بیگ، خواجہ احمد الدین بانہالی مسلم کانفرنس کو توڑ دینے کے خلاف رائے دینے لگے جبکہ محض مولوی محمد سعید مسعودی اور غلام محمد صادق شیخ محمد عبداللہ کے ہم نوا بنے رہے۔

مُلّا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت

ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد!

مسلم کانفرنس کو نیشنل کانفرنس میں بدلنے کا عمل ناممکن نہیں تو تکلیف دہ ضرور تھا۔ بیشتر سینئر ارکان شیخ محمد عبداللہ سے الگ ہو گئے بقول شیخ محمد عبداللہ کچھ دوستوں نے واپس آ کر نئی تنظیم کیخلاف کانٹے بچھانے شروع کئے۔

باب ۹

(۱) شیخ محمد عبداللہ جیل میں تھے۔ لدھیانہ میں پنڈت جواہر لال نہرو کی صدارت میں آل انڈیا پیوپلز کانفرنس منعقد ہوئی۔ شیخ عبداللہ نائب صدر منتخب

(۲) رہائی کے بعد پنڈت نہرو اُن کی بیٹی اور سرحدی گاندھی کی سرینگر میں آمد پر دریائی جلوس۔

(۳) شیخ محمد عبداللہ کا ۱۹۴۴ء میں مسٹر جناح کی سرینگر میں آمد پر ان کا شایان شان استقبال اور ان کی تجاویز ماننے سے صاف انکار

فروری ۱۹۳۹ء کو لدھیانہ میں آل سٹیٹس پیوپلز کانفرنس کا اجلاس پنڈت جواہر لال نہرو کی صدارت میں منعقد ہوا۔ شیخ محمد عبداللہ اس وقت جیل میں تھے پھر بھی ان کو نائب صدر چن لیا گیا۔ پنجاب کے مسلم پریس نے اس کو سیاسی پھندہ قرار دیا۔ شیخ محمد عبداللہ کی رہائی کے فوراً بعد ۱۰ اور ۱۱ جون ۱۹۳۹ء کو مجاہد منزل میں ایک خصوصی اجلاس بلایا گیا۔ اس کی صدارت غلام محمد صادق نے کی۔ مولوی محمد سعید مسعودی نے خطبہ پڑھا کہ مسلم کانفرنس کے آئین میں ترمیم کی گئی ہے اب اس تنظیم کو نیشنل کانفرنس سے یاد کیا جائیگا۔

۱۳ جولائی ۱۹۴۰ء کو یوم شہداء منانے کی تیاری ہو رہی تھی۔ نیشنل کانفرنس کے

لئے یہ پہلا موقعہ تھا کہ وہ ۱۹۳۱ء کے شہدا کو خراج پیش کریں۔ نیشنل کانفرنس کے وجود میں آتے ہی غیر مسلم ارکان اس کی صفوں میں جٹ چکے تھے انہوں نے یہ دن منانے سے انکار کیا۔ یوم شہدا کی پہلی اور آٹھویں برسی کسی نے نہیں منائی۔ مسلم کانفرنس اکتوبر ۱۹۳۲ء میں قادیانیوں کے زیر اثر وجود میں آئی جب کہ پہلی برسی ۱۳ جولائی ۱۹۳۱ء کو گذر چکی تھی۔ نیشنل کانفرنس شدید مخالفت کے باوجود ۱۱ جون ۱۹۳۹ء کو مسلم کانفرنس توڑ کر قائم ہوئی۔ شیخ محمد عبداللہ مسلم کانفرنس توڑے جانے کے عمل کو بہت ہی تکلیف دہ اور نازک بتاتے ہیں۔

۱۹۴۰ء میں پنڈت جواہر لال نہرو اس کی بیٹی اندرا گاندھی اور خان عبدالغفار خان سیاحت کی غرض سے کشمیر آئے تو نیشنل کانفرنس نے ان کے اعزاز میں دریائی جلوس نکالا۔ شیخ محمد عبداللہ نے خود خطبہ پڑھا۔

۱۹۴۲ء میں اکثر کانگریسی لیڈران "ہندوستان چھوڑ دو" کی تحریک کے سلسلے میں گرفتار ہوئے۔

۱۹۴۲ء میں پرجا سبھا کی چار سالہ معیاد ختم ہو کر نئے نام نہاد الیکشن ہوئے کہ نہیں یہ ورق بھی گمشدہ اوراق میں سے ہے۔ کانگریس زعما کی غیر حاضری کو نظر میں رکھتے ہوئے اخبارات میں علی محمد جناح کے کشمیر دورے کی خبریں آرہی تھیں۔ اسی تناظر میں مارچ ۱۹۴۴ء میں شیخ محمد عبداللہ، بخشی غلام محمد کو ساتھ لیکر مسٹر جناح سے ملنے دلی گئے۔ جناح صاحب نے ان کو اپنے کشمیر دورے کے پروگرام کے بارے میں بتایا مزید کہا کہ وہ مسلمانوں کے حقوق کی تحفظ کیلئے آگے آئے ہیں اور انہیں اِسی ایجنڈا پر کام کرنا ہوگا۔

مسٹر علی محمد جناح جب سرینگر پہنچے تو نیشنل کانفرنس نے ان کا شایان شان

استقبال کیا۔ مسٹر جناح نے شیخ محمد عبداللہ سے نیشنل کانفرنس کی بجائے مسلم کانفرنس کی قیادت سنبھالنے کو کہا "آپ مسلم کانفرنس کی قیادت سنبھالیں جہاں تک چودھری غلام عباس کا تعلق ہے میں اس کو کہوں گا کہ وہ وکالت کے پیشہ کی طرف واپس لوٹ جائیں۔ رہا میر واعظ کا سوال میں اُن کو تلقین کروں گا کہ وہ مذہبی پیشوا ہونے کے ناطے وعظ و تبلیغ اور دینی وابستگیوں کیلئے اپنے آپ کو وقف رکھیں اور ان کی سیاست سے دست برداری پر زور دوں گا۔"

آزاد مسلم کانفرنس زیر صدارت مولوی محمد یوسف شاہ نے بھی مسٹر جناح کا شایان شان استقبال کیا۔ انہوں نے پرتاپ پارک کے عوامی جلسہ میں کہا کہ اگر کوئی اُن سے جہلم پر پل تعمیر کرنے کو کہیں تو وہ انکار کر دینگے کیونکہ وہ لیڈر تو ہیں مگر یہ اُن کے کرنے کا کام نہیں۔ اشارہ ساتھ بیٹھے مولوی محمد یوسف شاہ کی اور تھا۔

سرینگر میں اپنے قیام کے دوران علی محمد جناح نے شیخ محمد عبداللہ کو "غلط کار سیاست داں" کہا جس پر شیخ محمد عبداللہ برہم ہوئے اس سلسلے میں مجاہد منزل میں نیشنل کانفرنس کے ورکروں سے خطاب کیا بعد میں ورکروں کا ایک وفد مہاراجہ ہری سنگھ سے ملا اور ان سے مطالبہ کیا کہ وہ جناح کو سرینگر سے چلے جانے کو کہیں ورنہ یہاں جو خون خرابہ ہوگا اس کی تمام تر ذمہ داری حکومت پر ہوگی۔ مہاراجہ نے ان کا یہ مطالبہ فوراً مان لیا اور علی محمد جناح کو ۲۴ گھنٹے کے اندر اندر سرینگر سے چلے جانے کو کہا۔

جاتے جاتے شملہ میں انہوں نے پریس کانفرنس میں بتایا کہ ملاقات کے دوران شیخ محمد عبداللہ نے انکشاف کیا کہ نیشنل کانفرنس کا نیشنل ازم ہندوؤں کو دھوکہ دینے کے لئے ہے ورنہ وہ اور اس کی پارٹی قومیت پرستی کی حامی نہیں۔ اس پر جناح نے جواباً کہا "یہ تو اقلیتوں کو دھوکہ دینے والی بات ہے۔"

کے ساتھ بات چیت بھی کی۔ ایک مسودہ بھی شیخ محمد عبداللہ کی منظوری کیلئے تحریر کیا گیا مگر شیخ محمد عبداللہ نے عین وقت پر اس مسودہ کو نظر انداز کیا اور کسی کو کچھ بتائے بنا بذریعہ فوجی طیارہ واپس دلی چلے گئے جہاں ابھی بات چیت جاری تھی۔

غلام محمد صادق کمیونسٹ تھے اور ان کے باعث شیخ محمد عبداللہ بی پی ایل بیدی سے متعارف ہو چکے تھے اور پوری طرح بیدی کے اثر میں آچکے تھے۔ 'نیا کشمیر' دستاویز میں عورتوں، مردوں اور سماج کے دوسرے کمزور طبقوں کے حقوق کی تحفظ کا وعدہ کیا گیا تھا۔ نیا کشمیر پر اشتراکی نظریات کا اثر تھا۔ "نیا کشمیر" منشور مرتب کرنے میں بی پی ایل بیدی کی خدمات حاصل کی گئی تھی۔

شیخ محمد عبداللہ کے مطابق تب روس خواجہ غلام محمد صادق کو وزیر اعظم کی حیثیت سے دیکھنا چاہتا تھا۔

مارچ ۱۹۴۶ء سے مہاراجہ سرکار نے اپنی صد سالہ تقریبات منانے کا فیصلہ کیا۔ اسی تناظر میں شیخ محمد عبداللہ نے اپنی پارٹی سے مشورہ کئے بغیر مئی ۱۹۴۶ء کے پہلے ہفتہ میں میسومہ علاقہ میں ایک جوشیلی تقریر کی۔ "کشمیر چھوڑ دو اور بیعنامہ امرتسر توڑو" کا مطالبہ کیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ ایک پرائیوٹ کار میں سوار ہوئے اور غالباً راولپنڈی کی اور چل پڑے۔ مگر راستہ میں ہی گرفتار کر کے ان کو بادامی باغ چھاؤنی میں رکھا گیا۔ کامیاب بغاوت کو انقلاب کہا جاتا ہے اور ناکام انقلاب کو بغاوت۔ ان پر بغاوت کے الزام میں مقدمہ چلا۔ اس سلسلے میں نیشنل کانفرنس کے تمام سرکردہ کارکن گرفتار ہوئے صرف دو کو چھوڑ کر۔ بخشی غلام محمد اور غلام محمد صادق جو پہلے ہی لاہور میں مقیم تھے اس گرفتاری سے صاف بچ نکلے۔

جواہر لال نہرو نے مسٹر آصف علی کو وکیل دفاع کی حیثیت سے سرینگر بھیجا۔ بخشی اور صادق کو اپنے رابطے میں رکھا۔

۱۰ ستمبر ۱۹۴۶ء کو شیخ محمد عبداللہ کو بغاوت کے الزام میں تین سال قید اور پانچ سو روپے جرمانے کی سزا سنائی گئی۔ اس سلسلے میں شیخ محمد عبداللہ اور ان کے دو ساتھیوں مرزا محمد افضل بیگ اور پنڈت کشپ بندھو کو بھدرواہ کے ایک پرانے قلعہ میں قید رکھا گیا جیل سے ہی شیخ محمد عبداللہ نے مہاراجہ ہری سنگھ کو دو خط لکھے جن میں ان کے خاندان کے ساتھ اپنی وفاداری جتائی۔ مہاراجہ ہری سنگھ کے برادر نسبی اور پرائیوٹ سیکریٹری ٹھاکر رنجیت سنگھ جیل میں برابر شیخ محمد عبداللہ سے ملتے رہے اور اس کی وساطت سے مہاراجہ کے ملاقات سے فیضیاب ہوئے۔ ملاقات کے وقت حسب روایت چند اشرفیوں کا نذرانہ بھی پیش کیا جو ایک درمیانہ دار پنڈت شام لال سنید رد نے شیخ محمد عبداللہ کو مذکورہ ملاقات کے وقت دی تھی۔ پنڈت شام لال، بخشی غلام محمد کے قریبی رابطہ میں بھی تھے۔

باب ۱۱

(۱) مہاراجہ نے گاندھی جی کی تجویز تسلیم کر کے بھدرواہ جیل میں سزا کاٹ رہے شیخ محمد عبداللہ کو رہا کرنے کا فیصلہ کیا۔

(۲) مرزا محمد افضل بیگ پر قاتلانہ حملہ مگر وہ صاف بچ نکلے۔

(۳) شیخ محمد عبداللہ کا دلی جا کر ۲۶ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو مہاراجہ ہری سنگھ اور ہندوستان کے گورنر جنرل کے مابین ہوئے الحاق کی تصدیق کرنا۔

مارچ ۱۹۴۷ء میں گوالیار میں آل انڈیا سٹیٹس پیپلز کانفرنس کا اجلاس منعقد ہوا۔ اس میں بخشی غلام محمد نے شمولیت کی۔ ان کے ہمراہ غلام محمد صادق بھی تھے۔ اس وقت شیخ محمد عبداللہ اور ان کے دو ساتھی بھدرواہ جیل میں اپنی تین سالہ سزا کاٹ رہے تھے۔ مذکورہ اجلاس میں شیخ محمد عبداللہ کو پریزیڈنٹ بنایا گیا۔ ڈاکٹر خان جو خان عبدالغفار خان کے بڑے بھائی اور صوبہ سرحد کے کانگریس وزیر اعلیٰ تھے۔ پنڈت نہرو کے مشورے سے سرینگر آکر مہاراجہ ہری سنگھ سے خفیہ ملاقات کی۔ عبدالغفار خان کے بیٹے ولی خان بھی ہمراہ تھے۔ ان ملاقاتوں کا مقصد کشمیر کا الحاق ہندوستان سے کروانا تھا۔ پنڈت نہرو کی التجا پر جولائی ۱۹۴۷ء کو لارڈ مونٹ بیٹن بھی سرینگر آکر مہاراجہ سے ملے مگر ناکام

ہوکر واپس دلی لوٹے جس سے پنڈت نہرو مزید فکر مند ہوئے۔ وہ مولانا آزاد کو ساتھ لیکر آشرم میں گاندھی جی سے ملنے گئے اور انہیں دوٹوک لفظوں میں کہا" کشمیر کے لئے کچھ کیا جانا چاہئے اگر کشمیر کے معاملے میں اسی طرح تساہل برتا گیا تو کشمیر ہاتھ سے جانے کا خطرہ ہے۔"

گاندھی جی اسی مقصد سے پہلی اگست ۱۹۴۷ء کو کشمیر آئے۔ مہاراجہ ہری سنگھ سے ملے اور اُن کو ہندوستان کے ساتھ ریاست جموں و کشمیر کا الحاق کروانے کی ترغیب دی۔ مہاراجہ نے بڑی ہی تعظیم کے ساتھ اس بات کا یقین دلایا گاندھی جی نے مہاراجہ کو یہ بھی مشورہ دیا کہ وہ شیخ عبداللہ کو رہا کریں۔ اُن کو ملکی سیاست میں اپنا رول ادا کرنے کا موقعہ دیں۔ مرزا محمد افضل بیگ اپنی جیل ڈائری "خاک ارجمند" صفحہ ۱۱۰ پر لکھتے ہیں۔

"۱۵ ستمبر ۱۹۴۷ء: مجھے شیخ صاحب اور پنڈت کشپ بندھو کو بھدرواہ جیل سے تبدیل کیا گیا۔ جہاں کوئٹ کشمیر کے سلسلے میں ہمیں قید کیا گیا تھا۔ شیخ صاحب کو بادامی باغ چھاؤنی میں لئے گئے۔ مجھے اور پنڈت کشپ بندھو کو ادھمپور جیل پہنچایا گیا۔ ہم دونوں ایک ملٹری جیپ میں سوار تھے۔ اس میں ریاستی فوج کا کیپٹن اور دو تین مسلح سپاہی بھی بھر دیئے گئے تھے اور پیچھے ایک ملٹری ٹرک جس میں مسلح سپاہی فوجی تھے ساتھ آرہی تھی۔ دھرم تھلہ کے قریب جیپ اچانک سڑک سے سرک گئی اور ایک چٹان سے ٹکرا کر الٹ گئی۔ باقی سب ساتھ کود کر نکل گئے۔ لیکن میں الٹی جیپ کے نیچے آگیا۔ پنڈت کشپ بندھو نے مجھے نام سے پکارا۔ جیپ کے نیچے سے میں نے جواب دیا کہ میں بخیریت ہوں۔ اپنی خیریت سے مطلع کریں۔ فوجیوں نے جیپ کو الٹا کر سیدھا کیا اور میں بالکل صحیح سلامت نکل آیا۔۔۔۔

میرے بچ جانے کا راز یہ ہے کہ گاڑی کا انجن چٹان پر رہا اور پچھلا حصہ زمین

پر اور درمیان میں خالی جگہ میں آگیا۔" ادھر بادامی باغ چھاؤنی میں شیخ محمد عبداللہ سب کی توجہ کا مرکز بنے رہے۔ ۲۸ ستمبر ۱۹۴۷ء تک بہت سارے سرکاری اور غیر سرکاری وفود اُن سے ملے۔ ۲۹ ستمبر کو انہیں پر اسرار طور پر رہا کر دیا گیا۔

۱۱۵ کتوبر ۱۹۴۷ء کو مہاراجہ ہری سنگھ نے مہر چند مہاجن کو اپنا وزیر اعظم نامزد کیا۔ وہ مہاراشٹرا کے سرکردہ قانون دان تھے وہ اُسی دن جموں پہنچے جہاں اُن کو حلف دلایا گیا۔ قرائن و واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ۱۱۴ کتوبر ۱۹۴۷ء کو جواہر لال نہرو سے دلی میں ملے تھے۔

باب ۱۲

(۱) ۲۰ ر اکتوبر ۱۹۴۷ء کو پنڈت نہرو کا ریاستی وزیراعظم کو خط کہ ہم جموں وکشمیر کے لوگوں کے ساتھ گہری دلچسپی رکھتے ہیں"
(۲) ۲۲ ر اکتوبر ۱۹۴۷ء کو قبائلی وادی میں وارد ہوئے۔
(۳) ۲۷ ر اکتوبر ۱۹۴۷ء کو بھارتی فوجی دستے سرینگر کے ہوائی اڈے پر اترے۔

۱۶ اکتوبر کو شیخ محمد عبداللہ سرینگر سے دلی بذریعہ ملٹری طیارہ روانہ ہوئے اور وہاں جواہر لال نہرو کی سرکاری کوٹھی ۳ موورتی مارگ پر اگلے بارہ، تیرہ دنوں کیلئے قیام کیا۔ اپنے قیام کے دوران گاندھی جی، مولانا آزاد، رفیع احمد قدوائی، آصف علی اور ولبھ بھائی پٹیل سے ملے۔ شیخ محمد عبداللہ اور ہندوستانی لیڈروں کے درمیان طے ہوا کہ مہاراجہ ہری سنگھ کی طرف سے جموں وکشمیر کے ہند یونین کے ساتھ الحاق کی دستاویز حکومتِ ہند کے لئے اس شرط پر قابل قبول ہوگی کہ الحاق تب تک عارضی اور عبوری تصور ہوگا جب تک ریاستی عوام سے اس کی توثیق نہ کروائی جائے۔
صوبہ سرحد جہاں کانگریسی وزیر اعلیٰ ڈاکٹر خان کی حکومت تھی سے قبائلی کشمیر کی طرف بڑھنے لگے۔ ۲۲ اکتوبر ۱۹۴۷ کو قبائلی شالہ ٹینگ کے اردگرد اور بڈگام کے آس

پاس پھیل چکے تھے۔
۲۰ اکتوبر ۱۹۴۷ کو پنڈت جواہر لال نہرو نے ریاست جموں وکشمیر کے وزیراعظم مہر چند مہاجن کو خط لکھا۔ اس خط کا متن یوں ہے:
"میں اس بات سے باخبر ہوں کہ کشمیر کن مشکلات سے گذر رہا ہے خاص طور سے اس رویہ کی وجہ سے جو پاکستان نے آپ کی ریاست کے بارے میں اپنایا ہے جب آپ پچھلی بار یہاں آئے تھے میں نے تب آپ سے کہا تھا کہ ہم کشمیر اور وہاں کے لوگوں کو عزیز ترین گردانتے ہیں اور یہ بھی کہا تھا کہ ہم اپنی بساط کے مطابق آپ کی مدد کریںگے اور کشمیر کیلئے اشیائے ضرور یہ بھی بھیج دیں گے جن کی وہاں خاص ضرورت ہے۔ ہم یہ انسانی ہمدردی کی خاطر کریں گے اور اس لئے بھی کہ ہم جموں وکشمیر کے لوگوں کے مستقبل کے ساتھ گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔----
میرے خیال میں نمک اور مٹی کا تیل آپ کے لوگوں کی سب سے اہم ضرورت ہے۔ کیا آپ مجھے یہ بتانے کی تکلیف فرمائیں گے کہ آپ کو فوری طور کس چیز کی ضرورت ہے جہاں تک دوسری طرح کی امداد کا سوال ہے ہماری نیک خواہشات آپ کے ساتھ ہیں لیکن یہ سب حالات پر منحصر ہے۔ میری تجویز ہے کہ ریاست کشمیر کے افسروں اور ہماری سرکاری کے درمیان قریبی رابطہ ہونا چاہئے تا کہ باہمی امور کے بارے میں اشتراک اور تعاون ممکن ہو سکے۔

آپ کا صادق
جواہر لال نہرو

وادی میں قبائلی گھس آنے کے اگلے روز یعنی ۲۳ اکتوبر ۱۹۴۷ کو شیخ محمد عبداللہ پراسرار طور پر خصوصی فوجی طیارے میں دلی سے سرینگر روانہ ہوئے اور ۲۵ تاریخ کو فیملی سمیت واپس دلی لوٹے۔

۲۶ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو وزیر اعظم مہر چند مہاجن دلی پہنچے وہ مہاراجہ ہری سنگھ کے دستخط کروا کے دستاویز الحاق کا مسودہ لے کے آئے تھے۔ ولبھ بھائی پٹیل اُن کا استقبال کرنے خود ہوائی اڈے گئے تھے۔ مہر چند مہاجن اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ ایسے آڑے وقت میں شیخ محمد عبداللہ کی مدد کا ہمیشہ ممنون رہوں گا کہ اس نے بروقت پیغام بھیج کر کشمیر کو پاکستان کے ہاتھ جانے سے روکا۔ اصل میں لارڈ مونٹ بیٹن اور مہاراجہ ہری سنگھ کے مابین ہوئے دستاویز الحاق پر شیخ محمد عبداللہ نے تصدیق کی۔

حکومتِ پاکستان نے ایک خط کے ذریعہ الحاق کیخلاف احتجاج کیا۔ جس کے جواب میں پنڈت جواہر لال نہرو نے وزیر اعظم پاکستان کو یقین دلایا کہ الحاق عارضی ہے اور حالات معمول پر آ کر اس کا حتمی فیصلہ رائے شماری سے کرایا جائیگا۔

ہندوستان کے گورنر جنرل لارڈ مونٹ بیٹن نے ۲۷ اکتوبر ۱۹۴۷ کو خط مہاراجہ ہری سنگھ کو دستاویز الحاق قبول کرنے کے سلسلے میں لکھا" اپنی اس پالیسی کے مطابق جس کے تحت یہ طے پایا ہے کہ جب کسی ریاست کا مسئلہ متنازعہ فیہ بن جائے تو اس ریاست کے الحاق کا فیصلہ ریاست کے عوام کی خواہشات کے مطابق کیا جائے۔ اس پالیسی کے عین مطابق میری حکومت کی یہ خواہش ہے کہ جونہی ریاست جموں وکشمیر کے اندر امن و انتظام بحال کیا جائے اور حملہ آوروں کو ریاست کی حدود سے نکال باہر کیا جائے تو ریاست کا فیصلہ وہاں کے عوام کو دیا جائے۔ ڈاکٹر کرن سنگھ کے مطابق مہاراجہ ہری سنگھ نے جموں میں دستاویز الحاق پر اپنے دستخط ثبت نہیں کئے کیونکہ اس روز وہ سفر میں تھے۔

۲۷ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو جب بھارتی فوجی دستے صبح سویرے سرینگر کے ہوائی اڈے پر اترے تو انہیں یہ دیکھ کر حیرانی ہوئی کہ پٹیالہ کے بندوقچی پہلے ہی سے اس ہوائی اڈے کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔

باب ۱۴

(۱) الحاق کی تصدیق کرنے کے بعد شیخ محمد عبداللہ مہاراجہ ہری سنگھ کابینہ میں ناظم اعلیٰ نامزد

(۲) ۵ رنومبر ۱۹۴۷ء کو سانبہ جموں کے جنگلوں میں دن دھاڑے قتل وغارت

• ۳۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو جموں میں شیخ محمد عبداللہ کو ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے حلف دلایا گیا۔ حکومتِ ہند کے ایما پر ۳۱ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو شیخ محمد عبداللہ ناظمِ اعلیٰ کی سربراہی میں ایمرجنسی کونسل قائم ہوئی۔ اس کے ارکان یہ تھے۔

(۱) بخشی غلام محمد (۲) غلام محمد صادق (۳) غلام محی الدین قرہ (۴) پنڈت جیالال کلم (۵) خواجہ احسن اللہ (۶) صوفی محمد اکبر (۷) مرزا محمد افضل بیگ (۸) پندت کشپ بندھو (۹) پنڈت شام لال صراف (۱۰) ڈاکٹر شمبھو ناتھ پشن (۱۱) میر محمد مقبول گیلانی (۱۲) غلام قادر بٹ اور (۱۳) مولوی محمد سعید مسعودی

بحوالہ: سرکاری پریس نوٹ ۱۵ نومبر ۱۹۴۷ء

مہر چند مہاجن کی حکومت میں ناظم اعلیٰ شیخ محمد عبداللہ نے مسلمان افسروں کو لنچ پر بلایا اور اُن سے خطاب کیا۔

شیخ محمد عبداللہ: اب ہم آزاد ہیں اور ہماری قربانیوں کا پھل حاصل ہوا ہے آپ کو چاہئے اس کی قدر کریں اور اپنی حکومت کو کامیاب بنائیں۔ ہم نے ہندوستانی فوج بلائی ہے اور جب چاہیں اس کو واپس بھیج سکتے ہیں۔

کرنل عدالت خان: شیخ صاحب۔ آپ کو غلط فہمی ہے۔ فوج کو فوج ہی نکال سکتی ہے اور اب آپ خود بھی فوج کے رحم وکرم پر ہے۔

حکیم غلام صفدر ہمدانی: کیسی آزادی اور آپ کی قربانیوں کا کیا پھل۔ یہ سر پھرے ننگے مستانے آئے تھے۔ انہوں نے مہاراجہ کو راتوں رات اندھیرے میں بھگا دیا اور آپ بغلیں بجا رہے ہیں۔ اُن کا شکر گذار ہونے کے بجائے اُن کو ہندوستانی فوج سے پٹوایا اور مروایا۔ عوام سے پوچھے بغیر آپ نے ڈوگرہ مہاراجہ کے دستاویز الحاق کی تصدیق کی۔ بقول سردار جعفری ؎

تم نے فردوس کے بدلے میں جہنم دے کر
کہہ دیا ہم سے گلستان میں بہار آئی

۴ نومبر ۱۹۴۷ء کو سردار پٹیل، ہندوستان کے ڈیفنس منسٹر بلد یو سنگھ، مہاراجہ پٹیالہ کے ساتھ جموں میں مہاراجہ ہری سنگھ سے ملے۔

۵ نومبر ۱۹۴۷ء کو جموں شہر میں اعلان ہوا کہ مسلمان اپنے آپ کو پولیس لائینز میں پیش کریں تا کہ اُن کو پاکستان بھیجا جائے۔ اس کے جواب میں خواہشمند مسلمان اپنی بیوی بچوں کے ساتھ حاضر ہوئے۔ ایک ٹرک میں ساٹھ (۶۰) لوگ سوار ہوئے اور چالیس ٹرکوں کا یہ قافلہ ایک ساتھ روانہ ہوا۔ سانبہ کے پہاڑی علاقے میں سبھی ٹرک ایک ساتھ کھڑی ہوگئیں، جانے پہچانے چہرے انجان بن گئے۔ اُن کے چہروں سے دہشت ٹپک رہی تھی۔ بارعب انداز میں سواریوں کو نیچے اترنے کا حکم ہوا۔ نیچے اتر کر سفاکانہ

انداز میں عورتوں اور بچوں کو الگ کر دیا گیا۔ خوف ناک چیخیں فضا میں تحلیل ہوگئیں۔ لرزتی اور کپکپاتی عورتوں کو آنسوؤں کی دھار لگ گئی۔ مرد لوگ ایک طرف کھڑے کئے گے۔ مشین گنیں پہلے ہی نصب کی گئی تھیں۔ سپاہی بندوقیں تانے نجانے کب سے منصوبہ بند طریقہ پر حکم کا منتظر تھے۔ اللہ اکبر کے فلک شگاف نعروں سے ساری فضا گونج اٹھی اسی کے ساتھ بے تحاشہ فائرنگ ہوئی۔ سبھوں کو گولیوں سے بھون ڈالا گیا۔ عورتیں، بچے، چھپتے چھپاتے، گرتے اٹھتے۔ لمبی لمبی خودرو جنگلی گھاس کو چیرتے ہوئے کئی دنوں کے بعد سیال کوٹ پہنچ گئے اور اس لرزہ خیز واردات کا انکشاف ہوا۔ مہاراجہ حکومت کے ناظم اعلیٰ شیخ محمد عبداللہ سارے گروپ میں سے محض چودھری غلام عباس کی صاحبزادی کو ہی بچا سکے اور انہیں والد کے پاس پاکستان بھیج دیا۔

یہ فرقہ وارانہ واردات مذہبی تصادم نہ تھا۔ ایسے فسادات کی جڑیں ہرگز ہرگز عوامی نہ تھیں بلکہ یہ ان رہنماؤں اور دانشوروں کی باہمی مخاصمت کا نتیجہ تھیں جو آپس میں عہدوں اور اقتدار کی ذاتی جنگ لڑ رہے تھے۔ انسانیت کے دشمنوں نے مسلمانان جموں کے خون سے ہولی کھیلی۔ خون کے ندی نالے بہا دیئے۔

۲۶ نومبر ۱۹۴۷ء کو مہاراجہ کے ناظم اعلیٰ شیخ محمد عبداللہ نے جموں میں ایک بیان میں کہا "جموں کے مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ اُس کے خود ذمہ دار ہیں۔ مزید کہا کہ جموں کے مسلمانوں نے کب اُس کو لیڈر مانا ہے کہ وہ اُن کی دلجوئی کریں۔"

باب ۱۴

(۱) اوڑی سے آگے علاقہ جات کو تسلط میں نہیں لایا گیا۔

(۲) جنوری ۱۹۴۸ء میں کشمیر کا سوال سلامتی کونسل میں پیش

(۳) شیخ محمد عبداللہ ہندوستانی وفد کے ہمراہ سلامتی کونسل میں شامل۔

(i) پاکستان کو حملہ آور قرار دیا۔

(ii) الحاق کو جائز بتادیا

۱۳ نومبر ۱۹۴۷ء کو پنڈت جواہر لال نہرو نے مہاراجہ ہری سنگھ کو ایک خط لکھا
”جیسا کہ میں نے آپ کو بتایا کہ جو شخص کشمیر میں کامیاب ہوسکتا ہے وہ صرف شیخ محمد عبداللہ ہے۔ وہ کشمیر میں بلاشک سب سے بڑا اور مقبول ترین رہنما ہے جس طرح اس نے اس بحران سے مقابلہ کیا اس سے صاف عیاں ہے کہ یہ کس قسم کا آدمی ہے مجھے اس کی دیانت داری اور ذہنی توازن پر پورا بھروسہ ہے۔ اس نے زبردست کوشش کی ہے اور فرقہ ورانہ امن کو برقرار رکھا چاہے وہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں کتنی ہی غلطیاں کیوں نہ کرے لیکن میرا خیال ہے کہ بڑے بڑے فیصلوں میں اس کی رائے درست ہوگی۔

آپ کا صادق

جواہر لال نہرو

چودھری غلام عباس اور اللہ رکھا ساغر کٹھوعہ جیل میں تھے۔ شیخ محمد عبداللہ نے ان دونوں حضرات کو پاکستان بھیجنے اور ان کے بدلے بریگیڈیئر گھنسارام اور ٹھاکر سمہ دیو سنگھ کو یہاں لانے کا اقدام اٹھایا۔

ہندوستان کی یہ حکمت عملی رہی ہے کہ اوڑی سے آگے علاقہ کو تسلط میں ہرگز نہ لایا جائے۔ مظفر آباد، جموں سے پونچھ، میرپور اور کوٹلی کے علاقے میں مسلمانوں کی غالب اکثریت تھیں لہٰذا ہندوستان کو ان علاقوں کو قبضہ میں لانے میں کوئی دلچسپی نہ تھی۔ ان علاقوں کے الگ ہونے سے مسلمانوں کی آبادی گھٹ گئی اور ۹۵ فیصد سے گھٹ کر ۶۵ فیصد رہ گئی۔

قبل ڈوگرہ مہاراج کی فوج نے پونچھ میں بغاوت کو دبانے کیلئے پاکستان کی سرحد سے ملحق تین میل کا علاقہ آبادی سے خالی کرایا۔ ہندو وہاں سے نکلے اور مسلمانوں کا قتل عام کیا گیا تو قبائلی علاقے سے وہ لوگ جن کا تعلق ریاست کے قبائل کے ساتھ تھا ریاست میں دراندازہوئے۔ نیشنل کانفرنس کے مولوی محمد سعید مسعودی ہندوستانی فوج کو اپنا تعاون پیش کرتا رہا کیونکہ ہندوستانی فوج کو اُس وقت یہاں کے راستوں کی پوری جانکاری نہ تھی۔

ہندوستان نے جنوری ۱۹۴۸ء کے پہلے ہفتہ میں کشمیر کا سوال اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل میں پیش کردیا اور یو این او سے یہ استدعا کی کہ چونکہ آئینی اور قانونی لحاظ سے ریاست جموں وکشمیر ہند یونین کا حصہ بن چکی ہے اور پاکستان نے ہندوستان کے اس علاقے پر جارحانہ حملہ کیا ہے۔

اس لیے اقوام متحدہ پاکستان کو جارح قرار دیکر اس علاقے سے نکل جانے کی ہدایت کریں۔ سلامتی کونسل میں اس مسئلے پر بحث ہوئی تو ہندوستان کے نمائندے مسٹر

گوپالاسوامی آئینگر اور پاکستان کے نمائندے وزیر خارجہ سرظفراللہ خان نے اس بحث میں حصہ لیا۔ شیخ محمد عبداللہ بھی ہندوستانی وفد کے ساتھ سلامتی کونسل میں شامل ہوئے تھے۔ انہوں نے سلامتی کونسل میں پاکستان کو حملہ آور قرار دیا۔ مہاراجہ کے دستاویز الحاق کو جائز بتایا۔ مہاراجہ نے واپس آ کر اپنے وزیر اعظم مہر چند مہاجن کو وزارت اعظمیٰ کی بقیہ مدت کی تنخواہ ادا کی۔ وزیر اعظم کا عہدہ شیخ محمد عبداللہ کے لئے مخصوص کر دیا۔ شیخ عبداللہ نے جموں میں اپنی کابینہ یوں تشکیل دی۔

(۱) بخشی غلام محمد — نائب وزیر اعظم

(۲) مرزا محمد افضل بیگ — وزیر مال وقانون

(۳) غلام محمد صادق — (۴) سردار بدی سنگھ

(۵) پنڈت شام لال صراف — (۶) پنڈت گردھاری لال ڈوگرہ

(۷) کرنل پیر محمد خان

بخشی غلام محمد کو نائب وزیر اعظم کا عہدہ مرکزی حکومت کے منشا کے مطابق عطا ہوا تا کہ ضرورت پڑنے پر اُس کو شیخ محمد عبداللہ کا جانشین بنایا جائے جب کہ شیخ محمد عبداللہ کو اس بات کا احساس تھا کہ جب وہ بغاوت کے الزام میں مہاراجہ کی جیل میں سزا کاٹ رہے تھے بخشی غلام محمد اور غلام محمد صادق پہلے ہی ریاست کے باہر لاہور میں ہونے کی وجہ سے گرفتاری سے بچ نکلے تو شیخ محمد عبداللہ کی اسیری کے دوران دونوں برابر پنڈت نہرو کے رابطہ میں رہے اور تو اور جیل میں رہ کر بھی شیخ محمد عبداللہ اُن سے برابر رابطہ بنائے ہوئے تھے۔ محض ایک سال کے اندر شیخ محمد عبداللہ کی رہائی اور باقی ماندہ سزا کی پراسرار معافی کو بخشی غلام محمد کی انتھک کوششوں کا نتیجہ سمجھا گیا۔ اس کے صلہ میں اب شیخ محمد عبداللہ نے اپنی کابینہ میں نائب کی حیثیت سے جگہ دی جب کہ ان کے نائب ہونے پر مرکز کی نیت کچھ اور تھی۔

باب ۱۵

(۱) کشمیر کے بارے میں سلامتی کونسل کی تمام قراردادیں اقوام متحدہ چارٹر کے باب ششم کے تحت منظوری کی گئی ہے ان کی نوعیت محض اخلاقی و سفارشی ہے۔ جب کہ چارٹر کے باب ہفتم کے تحت منظور کی گئی قراردادوں کی نوعیت اقتصادی اور عسکری ہے۔

(۲) مہاراجہ ہری سنگھ کا خط وزیر اعظم شیخ محمد عبداللہ کے نام

۱۹۴۸ء کے دوران سارا سال سیکورٹی کونسل کا اجلاس ہوا۔ اس میں کشمیر پر بحث ہوتی رہی اور دوسری طرف کشمیر کے اہم سرحدی علاقوں میں جنگ جاری رہی۔ ہند یونین کے ساتھ الحاق کرنے کے دو ماہ اٹھارہ دن بعد مہاراجہ ہری سنگھ نے ۱۴ جنوری ۱۹۴۸ء کو وزیر داخلہ سردار پٹیل کے نام ایک خط لکھا کہ وہ الحاق کی پیشکش کو واپس لینے پر مجبور ہے۔ ”میں نے اس امید کے ساتھ الحاق کیا تھا کہ ہند یونین ہمارے کام میں مخل نہ ہوگی میری اور میرے خاندان کی حیثیت محفوظ رہیگی۔ اب بھی پاکستان کے ساتھ بہتر شرائط پر ریاست کا رشتہ جوڑا جا سکتا ہے۔“

۹ فروری ۱۹۴۸ء کو پنڈت جواہر لال نہرو نے اس خط کے تناظر میں لکھا ”الحاق

کو منسوخ کرنے کا خیال کلیتاً غلط ہے۔ اس طرح کے خیال سے اسے تکلیف ہوگی اور
ہمیں بھی زحمت ہوگی۔"

یہ عجیب اتفاق ہے کہ مہاراجہ کشمیر اور گورنر جنرل کے مابین ہوئے الحاق کی
تصدیق اُس شخص نے کی جو اس سے محض ایک سال قبل مہاراجہ کی حکومت کا سزا یافتہ قرار
دیا تھا اور عام حالات میں تین سالہ سزا کی پوری مدت ۹ ستمبر ۱۹۴۹ء کو پوری ہوتی۔

۱۹۴۸ء کے دوران کئی بار سیکورٹی کونسل کے اجلاس میں کشمیر پر بحث ہوتی
رہی۔ آخر یہی طے پایا کہ ہندوستان اور پاکستان جنگ لڑنے کے بجائے بات چیت کے
ذریعہ اس مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کریں جو آج تک کسی نہ کسی رنگ میں جاری ہے۔
کشمیر کے بارے میں سلامتی کونسل کی تمام قراردادیں اقوام متحدہ چارٹر کے باب ششم کے
تحت منظور کی گئی ہیں۔ ان کی نوعیت محض اخلاقی وسفارشی ہے اگر کوئی فریق ان قراردادوں
پر عمل نہیں کرتا تو اس کے خلاف اقوام متحدہ کوئی ٹھوس تادیبی کارروائی نہیں کرسکتی۔ اگر یہی
قراردادیں اقوام متحدہ کے چارٹر ہفتم کے تحت منظور ہوتیں تو پھر ان پر عمل درآمد کیلئے سلامتی
کونسل رکن ممالک کو اقتصادی اور عسکری طاقت کے استعمال کا حکم بھی دے سکتی ہے۔

جموں وکشمیر میں جنگ بندی کے بارے میں فوجی افسروں نے پاکستان کے
وزیراعظم لیاقت علی خان کو مشورہ دیا تھا کہ وہ جنگ بندی کو کم از کم دو ایک ماہ کیلئے ٹالتے
رہیں تا کہ پاکستان دوبارہ صف بندی کر کے محاذ جنگ پر ایسی پوزیشن اختیار کریں جو
اپنی مذاکرات منوانے کا سبب بن سکے لیکن لیاقت علی خان نے یہ مشورہ مسترد کردیا اور
جنگ بندی کے سمجھوتے پر دستخط کئے۔

جموں وکشمیر کے وزیراعظم شیخ محمد عبداللہ نے ۱۹۴۸ء کے موسم بہار میں
ہندوستان کے وزیراعظم پنڈت جواہر لال نہرو کو خط لکھا اور ریاستی فوج کی جم کر مخالفت کی

اور ان پر ہر طرح کے جرائم کے الزامات عائد کئے اور اس بات پر زور دیا کہ ان کی الگ
پہچان ختم ہونی چاہئے۔

مہاراجہ ہری سنگھ نے ریاست کے وزیراعظم شیخ محمد عبداللہ کو ۳ دسمبر ۱۹۴۸ء کو
خط لکھا!

وزیراعظم:

میں آپ کی توجہ اس طرف کرانا چاہتا ہوں کہ میرے خلاف شرانگیز پروپیگنڈا
ریاست کے اندر اور باہر کیا جارہا ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ بات وزیراعظم اور اس کی کابینہ
کے سامنے بھی آگئی ہے لیکن اس کو روکنے یا اس کا منہ توڑ جواب دینے کی کوئی کوشش نہیں
کی گئی۔ میں اس خط کے ساتھ ایسی اقتسابات کی نقل بھیج رہا ہوں جو کچھ وزراء اور نیشنل
کانفرنس کے رہنماؤں نے اپنے تقریروں میں کی ہیں اور جو اسی طرح میری توہین کا
باعث ہے جیسا میں نے پہلے کہا ہے یقیناً آپ مجھ سے اس بات پر متفق ہونگے کہ ایسی
باتیں کرنا آئینی اور اخلاقی طور پر بیجا ہیں۔ میں یہ ذمہ داری آپ پر ڈالتا ہوں کہ میری
سرکار کو اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ ریاست کے سربراہ کی عزت، توقیر اور منصب
کی پوری طرح حفاظت کی جانی چاہئے اور ایسی حرکات کو چاہے وہ کسی بھی جانب سے کی
جائیں، سختی کے ساتھ اور ہر ممکن عجلت کے ساتھ دبا دیا جانا چاہئے۔ مجھے امید ہے کہ آپ
فوری طور پر اس بارے میں مناسب اقدامات کرسکے۔ اس نہج اور ایسے پروپیگنڈا پر روک
لگا دیں گے۔ مجھے اس بات سے مسرت ہوگی اگر یہ واپسی آپ مجھے لکھ کر بھیج دیں کہ آپ
اس بارے میں کیا کارروائی کرسکتے ہیں۔

مہاراج ادھیراج

3/12/1948

شیخ محمد عبداللہ نے مذکورہ خط پنڈت جواہر لال نہرو کو دکھایا اور اسے یکسر نظرانداز کیا۔

باب ۱۶

(۱) جنگ بندی اصل میں تقسیم کشمیر کا خفیہ المیہ ہے۔

(۲) شری کرن سنگھ مرکز کے منشا پر قائمقام شاہ مقرر

(۳) ڈِکسن پلان کی تجویز کے ساتھ ریاستی وزیر اعظم کا اتفاق رائے۔

۱۳ دسمبر ۱۹۴۸ء کو رات کے بارہ بجے سے کشمیر کے پورے محاذ پر جنگ بندی عمل میں آئی۔ یہ اصل میں تقسیم کشمیر کا خفیہ المیہ ہے۔ ضلع میر پور، ضلع پونچھ کا نصف علاقہ اور مظفر آباد کا بیشتر علاقہ پاکستان کی تحویل میں آیا اور باقی ساری ریاست ہندوستان کی عملداری میں آ گئی۔

۲۹ اپریل ۱۹۴۹ء کو سردار ولبھ بھائی پٹیل نے مہاراجہ ہری سنگھ کو بلا کر مضبوطی لیکن شرافت سے کہا "شیخ محمد عبداللہ اس بات کے لئے دباؤ ڈال رہا ہے کہ آپ تخت سے دستبردار ہو جائیں لیکن حکومتِ ہند کا خیال ہے کہ صرف اتنا کافی ہے کہ آپ اور رانی صاحبہ چند مہینوں کیلئے ریاست سے غیر حاضر رہیں اور اٹھارہ سالہ یوراج کرن سنگھ کو قائم مقام شاہ مقرر کیا جائے۔" والد کی طرف سے جب کرن سنگھ پر دباؤ ڈالا گیا کہ وہ قائم مقام شاہ بننے سے انکار کریں تو بیٹے نے دوٹوک جواب دیا۔

"ہمارے خاندان کو ریاست نہیں چھوڑنی چاہیئے اور کسی نہ کسی کو اس ریاست میں ہی رہنا ہی چاہیئے۔"

جموں و کشمیر میں جنگ بندی کا اعلان ہوا اور اس کے بعد ہندوستان کی طرف سے مسئلے کے حل کی طرف کوئی پیش قدمی نہ ہوئی۔ پاکستان کو اس بات پر تشویش ہوئی، اس کی درخواست پر پھر سلامتی کونسل کا اجلاس طلب کیا گیا۔ کونسل میں قرارداد پاس ہوئی اور آسٹریلیا کے ایک سرکردہ قانون دان سر آون ڈکسن کو فریقین کے درمیان کشمیر کا تنازعہ حل کروانے کے لئے مقرر کیا گیا۔ اس غرض کیلئے مسٹر ڈکسن ۲۷ مئی ۱۹۵۰ء کو برصغیر آئے۔ انہوں نے ہندوستان اور پاکستان کے لیڈروں سے اس مسئلے کے تمام پہلوؤں پر بات چیت کی۔ اس نے جموں و کشمیر کے وزیر اعظم شیخ محمد عبداللہ سے بھی طویل ملاقات کی۔

ڈِکسن پلان کے مطابق وادی کشمیر کو آزاد کشمیر اور جموں کے بعض علاقوں سے الگ رکھ کر ایک مختصر مدت تک خود مختاری دینا مقصود تھی۔ اس مختصر مدت کے خاتمہ پر ساری ریاستی آبادی کی مجموعی رائے حاصل کر کے اس مسئلے کا کوئی پائیدار حل نکالنا بھی ڈِکسن پلان کا منشا تھا۔ شیخ محمد عبداللہ نے بھی ڈکسن پلان کی حمایت کی تھی۔ انہوں نے اپنے وزیر قانون مرزا محمد افضل بیگ کو ہدایت دی کہ کمال رازداری سے آئین کشمیر مرتب کریں۔ وزیر قانون نے اپنے پی اے سید میر قاسم کو بھی اس بارے میں غافل رکھا کیونکہ وہ سیدھے سیدھے مرکز کے اثر میں تھے۔ یہ آئین ہندوستان کے آئین کے متوازی تھا۔

۱۹۵۱ء کے شروع میں امریکین سفیر مسٹر آدمز اس کی بیوی مسٹر گ، مس ہر... اور مسٹر لیج کئی بار سرینگر آتے رہے۔ امریکین سفیر کی بیوی نے مسٹر ایڈمونڈ کی معرفت

سردیوں میں بھی سرینگر میں رہنے کا انتظام کیا۔ وہ کلیئر مونٹ ہاؤس بوٹ میں ٹھہری۔
مسٹر ایڈلائی اسٹیونس نے سرینگر آ کر کئی بار شیخ محمد عبداللہ سے خفیہ ملاقاتیں کیں اور اکثر ان ملاقاتوں میں مسٹر ایڈمونڈز کو بھی شریک کیا جاتا تھا۔ سال ۵۲۔۱۹۵۱ میں شیخ محمد عبداللہ یو این او کے سلسلے میں سنیکس اور فرانس گئے وہاں ان کو آزادانہ طور پر دنیا کے ماہرین سیاست سے ملنے کا موقعہ ملا۔ جنہوں نے شیخ محمد عبداللہ کو یہ بات ذہن نشین کرائی کہ اگر وہ کشمیر میں ایک آزاد جمہوریت قائم کریں تو کشمیر دنیا کا دوسرا سوئزرلینڈ بن سکتا ہے۔ دورے سے واپس آکر شیخ محمد عبداللہ نے ۲۰ فروری ۱۹۵۲ء کو اپنا بیان ریڈیو کشمیر جموں سے نشر کروایا کہ وہ بہت سے غیر ملکی اہم شخصیات سے ملے ان سب کے خیالات نے اس پر بڑا اثر چھوڑا ہے۔ ۲۵ مارچ ۱۹۵۲ء کو کشمیر دستور ساز اسمبلی میں شیخ محمد عبداللہ نے ان ہی خیالات کا اظہار کیا اور آزاد جمہوریت کشمیر کی تجویز کیلئے میدان صاف کرنا شروع کیا۔ ریاست میں بادشاہی طرز حکومت ختم ہو جانے کے بعد کچھ عرصہ تک یہ بات زیر بحث رہی کہ شری کرن سنگھ کو صدر ریاست کا عہدہ قبول کرنا چاہئے کہ نہیں۔ اس ضمن میں پنڈت نہرو نے بہ ذریعہ خط شری کرن سنگھ کو مشورہ دیا "آپ کے لئے بہتر ہوگا کہ آپ عہدے کی پیش کش قبول کرلیں مزید لکھا کہ آپ یہاں موجود رہیں تا کہ کسی بھی مشکل وقت میں ہماری مدد کر سکیں۔"

باب ۱۷

(۱) ریاستی وزیر اعظم کا آئین ساز مجلس کے اجلاس میں تفصیلی بیان

جموں و کشمیر کے وزیر اعظم شیخ محمد عبداللہ نے ۱۱ راگست ۱۹۵۲ء کو مجلس آئین ساز کے اجلاس میں ایک تفصیلی بیان دیا۔ "میں ایوان کے سامنے ایک بیان دینے کی اجازت چاہتا ہوں جو ریاست جموں و کشمیر اور ہند یونین کے مابین آئینی تعلق کے بارے میں ہے۔ جیسا کہ آنریبل ممبران کو معلوم ہے آئین ساز مجلس کے گذشتہ اجلاس کے دوران بنیادی اصولوں کی کمیٹی نے ایک رپورٹ پیش کی تھی جس میں ریاست کے آئندہ صدر ریاست (ہیڈ آف سٹیٹ) کی نسبت خاص سفارشات کی تھیں۔ ایوان نے یہ سفارشات منظور کرتے ہوئے مسودہ کمیٹی پر یہ فرض عائد کیا تھا کہ وہ اسمبلی کے غور کیلئے ایک تجویز کا مسودہ جس میں صدر ریاست کے انتخاب کے مجوزہ اصول مندرج ہوں پیش کرے۔

یہ کمیٹی بلاشبہ اسی سیشن کے دوران یہ رپورٹ ایوان میں پیش کریگی چونکہ اسمبلی کی تجویز کردہ تبدیلیوں کی بنا پر ہندوستانی آئین میں بعض امور کی نسبت ان کے مطابق ہم آہنگی پیدا کرنے کی ضرورت تھی۔ اس لئے حکومتِ ہند نے اس بات کی خواہش کی کہ اسمبلی میں زیر کار تجاویز کے متعلق ہمارے نمائندگان سے بحث و مباحثے کا موقعہ

ملنا چاہیے چنانچہ ہم نے ایک وفد بسر کردگی مرزا محمد افضل بیگ دلی روانہ کیا۔ حکومت ہند نے اس موقعہ سے استفادہ حاصل کیا کہ وہ نمائندگان سے ریاست اور ہند کے مابین آئینی تعلقات کی نسبت دیگر معاملات پر بحث کرے ان مباحثات کے آخری مرحلہ پر میرے اور میرے بعض دیگر رفقائے حکومت کیلئے یہ ضروری ہوگیا کہ ہم اس بات چیت میں شمولیت کریں۔ میں اب اس پوزیشن میں ہوں کہ ایوان کو اس امر سے مطلع کروں کہ دونوں حکومتوں کے مابین بعض اہم اصول وضع کئے گئے ہیں اور چند تصفیہ جات عارضی طور پر معرضِ وجود میں آچکے ہیں۔ بیشتر اس کے کہ میں اُن عارضی تصفیہ جات کی نسبت ایوان کو ان کی تفاصیل سے مطلع کروں میں چاہتا ہوں کہ ریاست پر ہندوستان کے تعلقات کے پس منظر کے بارے میں ایک مختصر تبصرہ کردوں۔ ماضی قریب میں ریاست اور بیرون ریاست میں اس اہم سوال پر کافی لے دے ہوچکی ہے۔

مجھے اجازت دیجئے میں ان واقعات کا ذکر کروں جو ۱۹۴۷ء اکتوبر میں ہندوستان سے ہمارے تعلقات قائم کرنے کا باعث ہوئے برطانوی پارلیمنٹ کی جانب سے آزادی ہند ایکٹ بابت ۱۹۴۷ء پاس کرنے کے بعد ہندوستان اور پاکستان کو ڈومینس کا درجہ دیا گیا اور برطانوی اقتدار کے ساقط ہونے کے بعد ہندوستانی ریاستیں آزاد ہوگئیں تاہم انہیں یہ مشورہ دیا گیا کہ وہ دونوں میں سے کسی ایک ڈومینس کے ساتھ الحاق کریں۔ برطانوی ہند کے ان مجوزہ انتظامات کی نسبت یہ ایک المیہ وضاحت ہے کہ ہندوستانی ریاستوں کی حیثیت جو برصغیر کی جملہ آبادی کا 1/4 حصہ تھیں قطعی طور مبہم اور غیر واضح چھوڑ دی گئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ریاستی عوام کا مستقبل متعلقہ حکمرانوں کی من مانیوں کا نشانہ بن گیا۔ ان میں متعدد نمائندگان نے کافی تاخیر کے بعد دو میں سے ایک ڈومینس کے ساتھ الحاق کیا اور باقی ہچکچاہٹ کا شکار ہوگئے اور آخری

فیصلہ میں دیر کردی جو ریاست میں رہنے والے لوگوں کے مفاد کے نقطہ نگاہ سے باعث مضرت تھی۔ ریاست جموں وکشمیر ایسی ریاستوں میں سے تھی جس کے حکمران نے الحاق کی نسبت فیصلہ نہیں کیا تھا جبکہ ریاست ایک غیر یقینی اور غیر فیصلہ کن حالات میں گرفتار تھی اور جب کہ قومی تحریک عوامی نمائندوں کو کامل اختیارات منتقل کرنے کا تقاضہ کررہی تھی اور موجودہ الوقت ریاستی حکومت ریاست کے بعض علاقوں بالخصوص پونچھ میں تشدد کی ہولی کھیل رہی تھی تو ریاست پر دفعتاً دھاوا بول دیا گیا۔ پاکستان کی جانب سے ہزاروں کی تعداد میں قبائلی اور خود پاکستان کے باشندوں نے ریاست کے لوگوں پر ایک وحشیانہ حملہ کردیا وہ نظامِ حکومت جو ریاستی معاملات کا ذمہ دار تھا شدید ہنگامی حالات سے عہدہ برآ ہونے کے نااہل ثابت ہوئی نتیجہ یہ ہوا کہ یہ دفعتاً دھڑام سے نیچے آگیا۔ ریاست کی تاریخ کے اس نازک وقت میں نیشنل کانفرنس نے باگ ڈور سنبھالی تا کہ پاکستانی حملہ آوروں کے ہاتھوں ہونے والی مکمل تباہی و بربادی روکی جائے۔ ان حملہ آوروں کی نسبت بعد میں ثابت ہوگیا کہ انہیں پاکستانی حکومت کی اعانت حاصل تھی۔ آبادی کے تمام طبقات کو حرکت وعمل کے لئے اکٹھا کیا گیا تا کہ ساری ریاست میں افراتفری اور بدنظمی کے حالات رونما نہ ہوں۔ اس حقیقت کا ذمہ دار کشمیر کے لوگوں کا وہ عظیم وشان ہمت کا مظاہرہ تھا جس کی بنا پر حملہ آوروں کی مدافعت کے لئے انہوں نے بہادرانہ کارنامے انجام دیئے تاہم یہ امر صاف تھا کہ پورے طور پر مسلح حملہ آوروں کی بے پناہ تعداد کے سامنے کشمیر کے غیر مسلح عوام زیادہ دیر تک نہیں ٹھہر سکتے تھے نتیجتاً ہمارے لئے فوری طور لازم ہوگیا کہ ہم دوست ہمسایہ سے امداد طلب کریں جو حملہ آوروں کو پیچھے دھکیلنے میں ہماری مدد کرتے۔ ایسے نازک وقت میں ہم صرف ہندوستان کی جانب نگاہ امید لگا سکتے تھے جہاں کی حکومت اور عوام نے ہمارے ان اصولوں کے متعلق اپنی

ہمدردیوں کا اظہار کیا تھا جن کی بنا پر ہم حملہ آوروں سے نبرد آزما ہو رہے تھے لیکن قانونی الجھنیں ریاست کے خلاف جارحانہ اقدام کے دفاع کے لئے فوری طور پر امداد مہیا کرنے کے لئے ہندوستان کے راستے میں مانع ہوئیں۔ حکومتِ ہند صرف اس صورت میں اپنی افواج بھیج سکتی تھی اگر ریاست نے اس ڈومینینس کے ساتھ الحاق کیا ہوتا۔ ایکٹ آزادی ہند بابت ۱۹۴۷ء کے مطابق دستاویز الحاق کو حکمران ریاست نے تکمیل کرنا تھا تا کہ اسے قانونی جوازیت دی جاتی۔ نتیجتاً مہاراجہ نے ۲۶ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو دستاویز الحاق پر دستخط کئے اور مقبول عام تنظیم نیشنل کانفرنس کے سربراہ کی حیثیت سے میں نے اس کی تصدیق کی یوں ریاست جموں وکشمیر ہند ڈومینینس کا جز بن گئی۔ ہندوستان کے ساتھ ہمارے تعلقات کی بنیاد یہ دستاویز الحاق ہے جس کی بنا پر ہماری ریاست ہند یونین میں شامل ہوئی۔ اس دستاویز کی شرائط کے مطابق اختیارات مرکز کو منتقل ہوئے اہم معاملات جن کی اس غرض کیلئے صراحت کی گئی اور جن کی نسبت ڈومینن کی مجلس وضع و قانون ریاست کے لئے قوانین بن سکتی تھی ذیل میں درج ہے۔

الف دفاع

ب امورخارجہ

ج رسل ورسائل

اس انتظام کے طور پر اقتدار منقسم ہوگیا جو کہ وفاق فیڈریشن کی ایک قدرتی خصوصیت ہے ماسوائے ان اختیارات کے ڈومینینس کو منتقل کئے گئے ریاست کامل، بقیہ اقتدار اعلیٰ استعمال کرتی رہے۔ ہماری ریاست اور ہند یونین کے مابین یہ شرائط برقرار تھیں بعد میں ہند کی مجلس آئین ساز پر آئین وضع کرنے کا فرض عائد کیا گیا تو مجوزہ آئین میں ریاست کی حیثیت کا تصفیہ کرنے بارے میں اہم ترین امر پیش نظر ہے۔ اس سے

پہلے دونوں حکومتوں کے درمیان متفقہ طور پر یہ امر طے پایا تھا کہ اس ریاست کی نسبت خاص مسائل پیدا ہونے کی صورت میں اور اس حقیقت کے پیش نظر کہ حکومت ہند نے ریاست کے لوگوں کو یہ یقین دلایا کہ وہ خود اپنے سیاسی مستقبل کا آخری فیصلہ کریں گے آئندہ آئین میں ریاست جموں وکشمیر کو ایک خاص حیثیت دی جائے تا کہ یونین کے اختیارات کی ایک محدود وسعت کے برسرکار آنے کا یقین ہو سکے۔ ان نمائندوں نے مجلس آئین ساز کے مباحثات میں اس وقت تک شمولیت کی جب کہ آئین ہند کا بیشتر حصہ منظور ہو چکا تھا۔ یہ مرحلہ تھا کہ ریاست کی آئینی حیثیت کا ہند میں تصفیہ کیا گیا۔ ریاست جموں وکشمیر کے ان نمائندگان نے اس نقطہ نگاہ کا اعادہ کیا کہ ہند کے ساتھ ہماری شمولیت دستاویز الحاق کی شرائط پر مبنی ہونی چاہئے اس امر کی وضاحت کی گئی تھی کہ گو ہند کے ساتھ ریاست جموں وکشمیر کا الحاق واقعاتی اور قانونی طور پر معاملات کی اس حد تک مکمل تھا جس کا ذکر دستاویز میں کر لیا گیا ہے لیکن دیگر تمام معاملات کے متعلق جو دستاویز الحاق کے دائرہ سے باہر ہیں۔ ریاست کی خودمختاری محفوظ رہنی چاہئے ان خاص حالات کا لحاظ کرتے ہوئے جن سے یہ ریاست دوچار تھی آئین ہند کی دفعہ ۳۷۰ میں جس میں ریاست کی نسبت حسبِ ذیل تعریف کی گئی ہے باوجود کسی امر مندرج آئین

الف: لازم ہے کہ ۲۳۸ کے احکام ریاستِ جموں وکشمیر پر اطلاق پذیر نہ ہو۔

ب: ریاست کی نسبت پارلیمنٹ کا قانون وضع کرنے کا اختیار معاملات ذیل تک محدود ہوگا۔

(۱) معاملات مندرجہ فہرست یونین وفہرست متلازم
جن کی نسبت بہ مشورہ حکومتِ ریاست پریذیڈنٹ اعلان کرے کہ ''معاملات کے مطابق ہیں جن کی صراحت دستاویز الحاق میں کی گئی ہے جو کہ ہند ڈومینینس

کے ساتھ ریاست کے الحاق پر اطلاق پذیر ہے ایسے دفعہ عمل پذیر نہ ہوگی یا ایسی
متشبہات اور ترامیم کے ساتھ اور ایسی تاریخ سے جس کی وہ صراحت کرے عمل پذیر ہوگی
لیکن شرط یہ ہے کہ ریاستی آئین ساز اسمبلی بحوالہ ضمن (۲) کی سفارش ضرور ہوگی بیشتر اس
کے کہ پریذیڈنٹ ایسا اعلان جاری کرے گو ریاستِ جموں وکشمیر آئین کے شیڈول کے
(ب) کی ریاستوں کی فہرست میں شامل ہے لیکن دفعہ ہٰذا کے ملاحظہ سے یہ ظاہر ہوتا
ہے کہ دفعہ ۲۳۸ کے احکام دربار آئین ریاستہائے خطہ (ب) ریاست جموں وکشمیر پر
حاوی نہیں ہونگے، ریاست کی خصوصی حیثیت اور نوعیت کے پیش نظر اور مدنظر اس امر
کے ریاست اور ہندیونین کے تعلقات کو منضبط کیا جائے دفعہ ۳۷۰ وضع کی گئی تھی۔
اس آئینی نظام کی دوسری اہم خصوصیت یہ ہے کہ معاملات مصرحہ دستاویز
الحاق ریاستِ جموں وکشمیر بہ مشورہ حکومتِ ریاست جموں وکشمیر اطلاق پذیر ہونگے اور
دیگر تمام معاملات جو دستاویز الحاق کے شرائط کے تحت نہیں آتے۔ ہماری ریاست کے
بارہ میں بجز باتفاق رائے مجلس آئین ساز جموں وکشمیر اطلاق پذیر نہیں ہونگے۔ یہاں
اس امر کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں کہ دفعہ ۳۷۰ کا آئین میں ذکر بطور ایک عارضی
حکم کے کیا گیا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ حکم یک طرفہ طور پر تنسیخ، قابل ترمیم یا
قابل تبدیلی ہے دراصل اس دفعہ کی عارضی نوعیت محض اس حقیقت سے معرضِ وجود میں
آئی ہے کہ ریاست اور ہندیونین کے مابین آئینی تعلقات کو آخری شکل دینے کا اختیار
خصوصی طور پر جموں وکشمیر آئین ساز اسمبلی کو حاصل ہے نتیجہ اس کا یہ ہے کہ جو بھی ترامیم،
تغیر و تبدل یا متشبہات جو آئین ہند کی دفعہ ۳۷۰ یا کسی دیگر دفعہ میں ریاست
جموں وکشمیر پر اطلاق کی غرض سے ضروری نظر آئیں تو وہ اعلیٰ مقتدر جماعت کے فیصلہ
جات کے تابع ہیں چونکہ بعض متعلقہ لوگ کافی حد تک بے بس، سوچ و بچار اور غیر مستند

تنقید کے گھٹا ٹوپ میں ٹامک ٹوئیاں وار کر رہے ہیں۔ میں یہاں اس امر کے متعلق یہ
اشارہ کر دینا چاہتا ہوں کہ آئین میں یونین کے اختیارات کا دائرہ دستاویز الحاق کی شرائط
تک بدیں فقرہ شرطیہ محدود کر دیا گیا ہے ہوا ہے کہ یہ دیگر ایسے معاملوں تک بھی وسعت
پذیر ہو سکتے ہیں جن کی پریذیڈنٹ بذریعہ حکم باتفاق رائے جموں وکشمیر مجلس آئین ساز
صراحت کرے خاص مسائل جن سے یہ ریاست دوچار تھی اس طرح زیر غور لائے گئے
اور آئین کے تحت تعلقات اسی حد تک ارتقا پذیر ہوئے ہیں جن کا وجود دستاویز الحاق
میں ہے لہٰذا ہندیونین کے آئین میں جموں وکشمیر مجلس آئین ساز کے انعقاد کا صاف
اظہار ہے جو ادارہ آزادانہ طور پر الحاق کے دائرہ کی نسبت ریاست کو آخری حیثیت کا
تصفیہ کرنے کا مجاز ہوگا جو حیثیت کہ آئین میں احکام متعلقہ کی صورت میں اختیار کریگی۔
مختصر الفاظ میں یہ ہے وہ حیثیت جو ریاست کو ہندوستان کے آئین میں عطا کی
گئی ہے میں اس امر کی وضاحت کر دینا چاہتا ہوں کہ ہندوستان سے ہمارے تعلقات کی
بنیادوں کو من مانے طریق پر تبدیل کرنے کی کوئی تجاویز کرنا نہ صرف عبارت و منشا کی
آئین کی خلاف ورزی ہوگی بلکہ یہ امر ریاست ہند کے ساتھ ہم آہنگ شراکت کو ایک
خطرناک نتائج کے گھڑے میں دھکیلنے کے مترادف ہوگا۔ دونوں حکومتوں کے اتفاق
رائے سے جو اصول وضع کیا گیا ہے وہ آج بھی اس طرح جوازیت کا پہلو لے ہوئے ہیں
جیسا کہ آئین وضع کرنے کے وقت تھا اور ان بنیادوں کو تبدیل کرنے کے لئے جو دلائل
پیش کئے جا رہے ہیں وہ قطعی طور پر کھوکھلے ہیں اس انتظام کی نسبت فیصلہ کرنے میں
ہماری حکومت کا یہ نظریہ رہا ہے کہ ریاست کے لئے ایک حیثیت حاصل کی جائے جو
ریاستی اختیار کے مقامی اجرا کے زیادہ سے زیادہ خودمختاری کی ضرورت کے مطابق ہو اس
لئے میں کہوں گا کہ اس آئینی انتظام کی جوازیت کو ان غیر معمولی حالات کے نقطہ نگاہ سے

جن سے ریاست ہذا گزشتہ پانچ سال سے دوچار ہو رہی ہے۔
پرکھنا چاہئے چونکہ ریاست ۱۹۴۷ء میں حملہ کا شکار ہو گئی لہٰذا یہاں کی صورت ایسے مجبور کن
شدید حالات سے بھرپور تھی جس سے عہد برآ ہونے کیلئے سخت قسم کے انتظامی اور
اقتصادی تبدیلیوں کی ضرورت تھی۔ ہماری ریاست میں جو انقلابی حالات موجود تھے ان
سے نہ صرف غیر معمولی اقدام کرنے سے ہی نپٹا جاسکتا تھا لہٰذا ریاست کی حکومت نے
اہم فیصلہ جات کئے جن میں تاخیر نہیں کی جاسکتی تھی۔ چنانچہ اس نے قانون وضع کئے جن
کی غرض یہ تھی کہ عام لوگوں کیلئے سماجی اور معاشی ڈھانچہ کو نیا روپ دیا جائے۔ ملک میں
اندرونی اصلاحات کے ساتھ مجلس وضع قانون کی ضرورت بھی نمایاں ہوگی لہٰذا یہ فیصلہ کیا
گیا کہ ریاست میں ایک مجلس آئین ساز کا کام عمل میں لایا جائے جس کا انتخاب بالغ
رائے دہی پر مبنی ہو۔ چنانچہ یہ اسمبلی ۱۹۵۱ء میں معرض وجود میں آئی۔ آنریبل ممبران کو
اس بات کا علم ہے کہ بطور لیڈر نیشنل کانفرنس میں نے خطبہ افتتاحیہ میں اس امر کا اظہار کیا
تھا کہ مجلس آئین ساز کس حد تک فیصلہ جات کریگی۔ میں نے اس میں چار امور رکھے
تھے جو کہ اسمبلی کے اہم فرائض کے متعلق تھے یعنی کہ خاندان شاہی کا مستقبل، خاتمہ
قانون چکداری کے تحت ساقط الملکیت ارضیات کا معاوضہ، ہندوستان سے ریاست
کے الحاق کی تصدیق، نیز ریاست کے لئے آئین وضع کرنا۔ اس ایوان میں اپنے خطبہ
میں ان امور پر بحث کرتے ہوئے میں نے اپنی پارٹی کو نقطہ نگاہ کی پوری وضاحت کی تھی
مجھے یہ بھی موقعہ ملا تھا کہ میں ان امور کی نسبت اپنا نقطہ نگاہ حکومتِ ہند کے نمائندگان کے
سامنے بیان کروں اور یہ امر میرے لئے باعث تسلی ہے کہ ان نمائندگان نے اس بارہ
میں مجھ سے اتفاق کیا۔ جب سے مجلس آئین ساز نے اپنا کام شروع کیا تو اسے مناسب
وقت میں اُن امور سے عہدہ برآ ہونا تھا۔ مجلس آئین ساز زمین داروں کو معاوضہ ادا

کرنے کی نسبت اس نتیجہ پر پہنچی کہ معاوضہ ادا کرنے میں کوئی جوازیت نہیں۔ اس وقت
مجلس آئین ساز کے زیر غور خاندان شاہی کا مستقبل ہے اس سلسلے میں بنیادی اصولوں
کمیٹی نے سفارش کی ہے کہ ریاست میں پشتنی حکمرانی کا ادارہ ختم کر دیا جائے۔
آئندہ صدر ریاست Head of state کا عہدہ بذریعہ انتخاب پُر کیا جائے۔
بنیادی سفارشات کو منظور کرتے ہوئے اس اسمبلی نے مسودہ کمیٹی پر یہ فرض عائد کیا کہ
اس ایوان کے سامنے اُن سفارشات کو روبہ عمل لانے کیلئے مناسب تجاویز پیش کرے
جیسا کہ میں نے اپنے بیان کے آغاز میں کہا ہے ایسے بنیادی فیصلہ کی بنا پر ہندوستانی
آئین میں مطابقانہ ہم آہنگی کی ضرورت تھی۔ اس معاملے اور اس سے متعلق دیگر
معاملات کو آخری شکل دینے کی نسبت اور میرے رفقائے کار نے حکومتِ ہند کے
نمائندگان سے بحث ومباحثہ کیا جس کے نتیجہ کے طور پر ہم نے چند عارضی معاہدے کئے
جن کی تفاصیل میں ایوان کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔

حکومتِ ہند کا یہ نقط نظر تھا کہ یہ حقیقت کہ ریاست جموں وکشمیر ہند یونین کا
ایک آئینی حصہ ہے ناگزیر طور پر مندرجہ ذیل معاملات کی نسبت بعض نتائج کی طرف
لے جاتا ہے یعنی کہ

(ا) باقی اختیارات
(ب) حقوق شہریت
(ج) بنیادی حقوق
(د) ہند کا سپریم کورٹ
(پ) قومی جھنڈا
(ذ) پریذیڈنٹ ہند

(ز) صدر ریاست
(ح) مالی یکجہتی
(ط) ہنگامی احکام اور
(ی) ایوان ہائے پارلیمنٹ کے انتخابات

صاحب صدر! مجھے اجازت دیجئے کہ میں ہر ایک مسئلہ کے متعلق کچھ کہوں اور غیر تکمیل شدہ معاملات کے بارہ میں اظہار کروں جو ان معاملات کی نسبت ریاست جموں وکشمیر اور حکومتِ ہند کے مابین طے پائے ہوں۔

الف: ما بقی اختیارات

اس بارہ میں یہ طے پایا ہے کہ گو ہندوستان کے موجودہ آئین کے تحت ما بقی اختیارات ماسوائے جموں وکشمیر اور ریاستوں کی نسبت مرکز کو حاصل ہے لیکن ہماری ریاست کے معاملے میں آئین ہند کی دفعہ ۳۷۰ اور دستاویز الحاق جس پر اس دفعہ کی بنیاد ہے کے مطابق ہماری یہ ہمیشہ رائے رہی ہے کہ آخر ذریعہ اقتدار عوام کو ہی حاصل ہوتا ہے لہٰذا تمام اختیارات عوام سے ہی حاصل کئے جاتے ہیں۔ ان حالات میں یہ کشمیر کے لوگوں کا حق ہے کہ وہ اسمبلی کے ذریعہ باہمی فائدے کیلئے مزید اختیارات مرکزی یونین کی تحویل میں منتقل کریں۔

(ب) حقوق شہریت

ان کے متعلق یہ طے پایا ہے کہ بہ مطابق دفعہ ۵ آئین ہند وہ اشخاص جنہیں ریاست جموں وکشمیر کی وطنیت حاصل ہے۔ ہندوستان کے شہری ہونگے مزید یہ طے پایا ہے کہ ریاست کی مجلس واضع قوانین کو اختیار ہوگا کہ وہ ریاست کے مستقل باشندوں کے حقوق ملازمتوں میں تقرریوں اور ہمچو قسم معاملات کی تعریف کرے اور ان میں

باقاعدگی پیدا کرے اس وقت تک ریاست کا نافذ الوقت قانون اطلاق پذیر رہیگا۔

یہ بھی طے پایا ہے کہ حقوق شہریت کے متعلق قوانین میں یہ خاص حکم بھی درج کیا جاتا ہے جس کی بنا پر ریاست جموں وکشمیر کے ان مستقل باشندوں کے متعلق جو ۱۹۴۷ء کی شورش کے سلسلے میں یا ان کے خوف سے چلے گئے تھے اور واپس نہ آسکے تھے کی واپسی کا انتظام، ہوسکے اگر وہ واپس آگئے تو وہ شہریت کے حقوق، مراعات و فرائض کے مستحق ہونگے اس کے پس پشت تاریخی وجودہ ہیں جن کی بنا پر یہ ضروری ہے کہ ایسے آئینی تحفظات کئے جائیں۔ جن کی بنا پر گزشتہ صدیوں میں ریاست کے لوگ اپنے امیر ہمسایوں کے ہاتھوں ناجائز فائدہ اندوزی کے شکار ہوگئے۔ آنریبل ممبران کو شاید یہ معلوم ہے کہ بیسویں صدی کے اوائل میں ریاست جموں وکشمیر کے لئے اپنے جائز حقوق کی حفاظت کی خاطر ریاست کے باشندگان کے اعلیٰ متقابل مفاد کے خلاف جدوجہد کرچکے ہیں۔ یہ اس مقبول عام مطالبہ کے تاثرات کا نتیجہ تھا کہ اس وقت کی حکومت نے نوٹیفکیشن مورخہ ۱۹۲۷ء کو نافذ کیا جس کے ذریعہ باشندہ ریاست کی ایک محدود تعریف کا انتظام کیا گیا تھا۔ میرے لئے یہ امر باعث مسرت ہے کہ حکومتِ ہند نے ایسے تحفظ کی ضرورت کو بہ نگاہ استحسان دیکھا ریاست کے باشندوں کے خصوصی حقوق ومراعات کی کوئی تعریف ساکن وجامد نہیں رہ سکتی کسی مرحلہ پر اس امر کی ضرورت پیدا ہوسکتی ہے کہ اس تعریف کو کشادہ وسیع کردیا جائے۔ اس حقیقت کی اہمیت ظاہر ہے ریاست کی مجلس وضع قوانین کو یہ اختیارات حاصل ہوں گے کہ وہ موجودہ صورت میں ایسی ترامیم کرے۔ باشندگان ریاست کی ایک اور جماعت بھی ہے جن کے مفاد کو محفوظ کرنا تھا ایوان کے آنریبل ممبران کو یہ معلوم ہے کہ ۱۹۴۷ء کی شورش کی بنا پر اور پاکستان کے اس ملک پر حملہ کرنے کے نتیجہ کے طور پر باشندگان ریاست کی ایک بڑی

اور ادبے خانماں ہوچکی ہے لہٰذا جونہی معمول کے سے حالات عود کر آئیں ہمیں ان کے گھروں کو واپس آنے کے امکان کو بھی دیکھنا ہے بعض علاقوں میں یہ خیال کیا گیا ہے کہ اس کا تحفظ کا انتظام صرف اُن باشندوں کے لئے کیا گیا ہے جو اس وقت پاکستان میں پھنسے ہوئے ہیں، میں اس امر کی وضاحت کر دینا چاہتا ہوں کہ میں نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ یہ تحفظ صرف اس وقت روبہ عمل ہوگا جب حالات معمول پر آجائیں گے اور آبادی از نو بحال ہوجائے خواہ یہ مسلم ہوں یا غیر مسلم اور اس بحالی سے ایک فریق کی یکطرفہ بحالی مراد نہیں۔

بنیادی حقوق:

ظاہر ہے اب جب کہ ہمارا آئین وضع کیا جارہا ہے تو بنیادی حقوق اور شہریوں کے فرائض تعریف کرنے کی ضرورت ہے تاہم یہ طے پایا ہے کہ بنیادی حقوق جو آئین ہند میں درج ہیں۔ ہماری تحریک کی اقتصادی، سماجی اور سیاسی نوعیت جو نیا کشمیر پلان میں بیان کی گئی ہے کو مدنظر رکھتے ہوئے باشندگان جموں وکشمیر کو کلی طور پر عطا نہیں کئے جاسکتے۔ آئین ہند کے باب حقوق اساسی میں مناسب تغیر وتبدل، ترامیم (جیسی صورت ہو) کا انتظام کرنے کی ضرورت قبول کیا گیا ہے تا کہ ان احکام کو ہمارے اصولوں کے نمونوں کے مطابق ڈال دیا جائے معاوضہ ارضیات کے مسئلہ پر نیز کاشت کار کو زمین منتقل کرنے اور دوسرے معاملات کے متعلق ایوان کے فیصلہ جات کی بنیادی نوعیت کو برقرار رکھنے کیلئے خاص احتیاط کی جائے اہم مسئلہ جو قابل تصفیہ ہے وہ یہ ہے آیا ہمارے بنیادی حقوق کا باب آئین کشمیر کا حصہ بننا چاہئے یا آئین ہند کا۔

سپریم کورٹ:

یہ طے پایا ہے کہ سپریم کورٹ کو آئین ہند میں مذکورہ دفعہ ۱۲۱ میں مندرجہ

باب ۲۷

(۱) دفعہ ۳۷۰ کی منسوخی

(۲) ہندوستان کی گیارہ ریاستیں جہاں دفعہ ۳۷۱ نافذ ہے۔

(۳) کشمیر کی سیاسی تاریخ میں بڑے واقعات دو بار رونما ہوئے۔

۱۹۴۷ء میں الحاق کی صورت میں اور ۱۹۷۴ء میں شیخ۔اندرا مذاکرات کی شکل میں۔

جنوب ایشیائی برصغیر کی اتنی بڑی آبادی اس آتش فشاں کے دہانے پر بیٹھی ہوئی ہے جسے کشمیر کہتے ہیں۔ ذرا تصور کریں آج کی قیامت خیز زندگی کا جس میں چاروں طرف آگ لگی ہوئی ہے نہ حکومت نہ سلطنت، نہ کوئی نظم وضبط، ہر طرف سناٹا، انتشار وخلفشار، شرافت، عزت، سماجی رکھ رکھاؤ، تہذیبی زندگی سب کے پرخچے اڑ گئے۔ ایسے میں ایک استقامت اور ٹھہراؤ کی صورت ان لوگوں کے ہاتھوں میں نظر آئے جو خود اس تباہی کا موجب رہے ہوں۔

۵راگست ۲۰۱۹ء کو جموں وکشمیر ریاست کو ہندیونین میں خصوصی درجہ دینے والی دفعہ ۳۷۰ کو منسوخ کیا گیا۔ ہندوستان میں گیارہ ایسی ریاستیں ہیں جہاں ۳۷۰ کی طرح دفعہ ۳۷۱ نافذ ہے اور اس دفعہ کے تحت ان ریاستوں کو خصوصی اختیارات

حاصل ہیں۔

مہاراشٹرا۔گجرات: دفعہ ۳۷۱

مہاراشٹرا۔گجرات میں دفعہ ۳۷۱ نافذ ہے جس کے تحت وہاں کے گورنر کو کچھ خصوصی اختیارات حاصل ہیں۔

کرناٹک: دفعہ ۳۷۱/جے

حیدرآباد اور کرناٹک کے علاقے میں الگ ترقیاتی بورڈ بنانے کی سہولیت ہے ان کی سالانہ رپورٹ اسمبلی میں پیش کی جاتی ہیں۔

آندھرا پردیش اور تلنگانہ: دفعہ ۳۷۱/ڈی

ان دونوں ریاستوں کیلئے صدر جمہوریہ کے پاس خاص طبقہ کو کسی خاص ملازمت میں نوکری دیئے جانے سے متعلق حکم دینے کا اختیار ہے۔ہائیکورٹ سے الگ ٹریبونل بنا سکتے ہیں۔

منی پور: دفعہ ۳۷۱/سی

ریاست کے گورنر کو خصوصی ذمہ داری ہے کہ منتخب نمائندگان کی کمیٹی بنوا سکتے ہیں۔یہ کمیٹی ریاست کے ترقیاتی کاموں کی نگرانی کرے گی۔

میزورم: دفعہ ۳۷۱/جی

زمین کے مالکانہ حقوق، منتقلی، میزو طبقہ کے رسم ورواج، شہری انتظامیہ، مجرمانہ انصاف سے متعلق قانون پر پارلیمنٹ کا قانون تبھی نافذ ہوگا جب اسمبلی اس پر فیصلہ لے۔

ناگالینڈ: دفعہ ۳۷۱/اے

زمین کے مالکانہ حقوق، منتقلی، ناگا طبقہ کی سماجی، مذہبی روایتوں، وسائل، شہری انتظامیہ، مجرمانہ انصاف سے متعلق قوانین میں پارلیمنٹ کا قانون نافذ نہیں ہوتا۔ مرکز

طلب ہوگا کہ نہیں۔ عام طور پر اقوام متحدہ سلامتی کونسل میں کلوز ڈور میٹنگ بہت ہی کم
ہوتی ہے یہ میٹنگ جب ہوتی ہے تو اسے غیر معمولی تسلیم کیا جاتا ہے اس میٹنگ میں ہر
کوئی مدعو نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ میٹنگ عوام کے لئے ہوتی ہے۔ یعنی اقوام متحدہ کے سبھی
ممالک اس میٹنگ میں حصہ نہیں لیں گے۔

چین نے ہندوستان اور پاکستان سے اپیل کی کہ وہ دفعہ ۳۷۰ر ایسی یک
طرفہ منسوخی کی کارروائی نہ کریں جس سے کشیدگی اور بڑھ سکتی ہے۔ اس نے انسانی حقوق
اور جے اینڈ کے سیکورٹی کے معاملے پر بات چیت کرنے کے لئے اقوام متحدہ کی بند
کمرے میں میٹنگ بلانے کی اپیل کی۔ اس اجلاس میں کونسل کے صرف پانچ رکن
ممالک برطانیہ، فرانس، روس، چین اور امریکہ کو شامل ہونا تھا۔ اس اجلاس میں
ہندوستان اور پاکستان کو باہر رکھا گیا۔

سلامتی کونسل کے اجلاس کا طریقہ کار:

کونسل کے پانچ بڑے پہلے بند کمرے میں اکٹھے ہونگے اور صلح مشورہ کریں
گے کہ اس معاملے میں آگے کیسے بڑھنا چاہئے۔ پہلے نتیجے پر بات ہوتی ہے پھر بحث۔
خفیہ طور پر پانچ ممالک صلاح مشورہ کرتے ہیں کہ نتیجہ کیا نکالنا ہے اس اجلاس کے بعد
ہی کونسل کے صدر کی طرف سے بیان سامنے آتا ہے یا صورتحال میں تحمل کا مظاہرہ کرتے
ہوئے آپس میں مذاکرات کرنے کا مشورہ دیا جاتا ہے یا اوپن ڈبیٹ ہوتی ہے تو پھر
بحث شروع ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں اجلاس بیس دن تک جاری رکھا جاسکتا ہے اس
بحث میں ۱۹۲ر ممالک حصہ لینے کے اہل ہوتے ہیں۔ کونسل اوٹ کم پر بھی بات کرتی
ہے کہ اس کے سامنے قرارداد کس شق کے تحت لائی جائے۔ جنگی صورتِ حال کے خطرات
کا تواتر سے جائزہ لینے کیلئے کونسل کوئی کمیشن بھی تشکیل دے سکتی ہے لیکن ایکشن وہی

ہوتا ہے جہاں ایکشن لینا ہوتا ہے۔ سلامتی کونسل کے پانچ رکن ممالک خود ایجنڈا تشکیل
دیتے ہیں جسے کونسل کا صدر یو این کے تمام اراکین میں تقسیم کردیتا ہے۔ رکن ممالک اپنی
تجاویز دیتے ہیں لیکن ہوتا وہی ہے جو کونسل چاہتی ہے۔

ڈرافٹ تیار کرنے کا طریقہ:

کونسل میں قرارداد پیش ہونے کے بعد ووٹنگ کا مرحلہ آتا ہے جس میں پانچ
مستقل رکن ممالک کے علاوہ دس غیر مستقل رکن ممالک بھی حصہ لیتے ہیں۔ غیر مستقل
رکن ممالک بھی قرارداد پر اپنی تجاویز دیتے ہیں لیکن اس کے بعد بھی ہوتا وہی ہے جو
کونسل کے مستقل ارکان کی مرضی ہوتی ہے۔ جب یہ ممالک ایک حل پر پہنچ جاتے ہیں تو
پھر کوئی نتیجہ نکلتا ہے لیکن ایک رکن بھی متفق نہ ہو تو قرارداد ویٹو ہوجاتی ہے۔

اقوام متحدہ کی قراردادیں آج بھی مسئلہ کشمیر کے حل میں معاون ثابت ہوسکتی
ہیں مگر کشمیر کے بارے میں سلامتی کونسل کی تمام قراردادیں اقوام متحدہ چارٹر باب ششم
کے تحت منظور کی گئی ہیں۔

ان کی نوعیت محض اخلاقی و سفارشی ہے اگر کوئی فریق ان قراردادوں پر عمل
نہیں کرتا تو اس کیخلاف اقوام متحدہ کوئی ٹھوس تادیبی کارروائی نہیں کرسکتا۔ اگر یہی
قراردادیں اقوام متحدہ کے چارٹر باب ہفتم کے تحت منظور ہوتیں تو پھر ان پر عملدرآمد کیلئے
سلامتی کونسل رکن ممالک پر اقتصادی و عسکری طاقت کے استعمال کا حکم بھی دے سکتی ہے۔

کا بھی ذکر ہوا۔ وہاں سے نکل کر جب مرزا محمد افضل بیگ اپنی سرکاری کوٹھی پہنچے تو وہاں چیف منسٹر کے پرائیوٹ سیکریٹری کو اپنا منتظر پایا جس نے خط پکڑا کر اس کی نقل پر دستخط لئے۔ شام کو نیوز نشر ہوئی کہ مرزا محمد افضل بیگ نائب وزیر اعلیٰ ریاستِ جموں و کشمیر نے کابینہ سے استعفیٰ دیدیا۔ اس کے ساتھ ہی ان کو پارٹی کی رکنیت سے بھی خارج کیا گیا۔

اس علیحدگی کے اڑھائی سال بعد ۲ مارچ ۱۹۸۱ء کو وزیر اعلیٰ شیخ محمد عبداللہ نے اسمبلی میں بیان دیا "دفعہ ۳۷۰ کوئی قرآنی آیات نہیں کہ اُسے بدل نہ دیا جائے البتہ اس دفعہ کو ہٹانے سے کامیابی کی راہیں کھل جائیگی۔"

باب ۲۶

(۱) کشمیر سے متعلق قراردادیں یو این آرکائیو کا حصہ

(۲) اقوام متحدہ کا طریقہ کار

۱۹۴۷ء کے آخیر میں ہندوستان اور پاکستان کے درمیان کشمیر کو لے کے جنگ چھڑ گئی تو پنڈت جواہر لال نہرو اس معاملے کو سلامتی کونسل کے سامنے لے کر گئے تو سب سے پہلے کونسل نے دونوں ممالک کو سیز فائر کا حکم دیتے ہوئے کشمیر سے فوجیں نکالنے کو کہا۔ اس کے بعد چار سال تک استصواب رائے کے متعلق قراردادوں پر سلامتی کونسل میں بحث جاری رہی کہ کیسے اور کس طرح رائے شماری کرائی جائے۔ سلامتی کونسل نے کشمیر پر اپنی قراردادوں پر عمل درآمد کیلئے دونوں ممالک میں اپنے نمائندے بھی بھیج دئے تھے۔ یہ نمائندے اپنی رپورٹ کونسل کو بھیجتے رہتے ہیں۔ ہر سال کونسل ان قراردادوں پر بغیر بحث کے رنیو کرتی رہتی ہے۔ اس وقت اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل کے سامنے سینکڑوں قراردادیں ہیں۔ کشمیر پر بھی قراردادیں یو این آرکائیو کا حصہ ہیں۔

سیکورٹی کونسل کا بند کمرہ مشاورتی اجلاس:

اس بند کمرہ مشاورتی اجلاس میں فیصلہ ہوتا ہے کہ سلامتی کونسل کا باقاعدہ اجلاس

بل اسمبلی میں شدید مخالفت کے بعد ایک سلیکٹ کمیٹی کے سپرد ہوا۔

۲۶ اگست ۱۹۷۶ء کو شیخ محمد عبداللہ نے ریاستی اسمبلی کے دس کانگریسی ارکان کا استقبال کیا جو نیشنل کانفرنس میں شامل ہو چکے تھے۔ اس پر ریاستی کانگریس ناراض ہوگئی اور انہوں نے وزیر اعظم اندرا گاندھی سے شکایت کی کہ شیخ محمد عبداللہ جو کانگریس کی حمایت سے وزیر اعلیٰ بنے ہیں۔ کانگریس چھوڑ کر جانے والے باغی ممبران اسمبلی کی حوصلہ افزائی کر کے ریاستی کانگریس کو کمزور بنانا چاہتے ہیں۔ وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کے کہنے پر شیخ محمد عبداللہ نے اپنی کابینہ میں توسیع کا اعلان کر دیا۔ انہوں نے وزیروں کے ناموں اور اُن کے محکموں کا اعلان بھی کر دیا لیکن مسز گاندھی نے اپنے کانگریسی ممبران کو ہدایت دی کہ وہ وزارت میں شمولیت کا حلف نہ اٹھائیں۔

یہ کابینہ میں دوسری توسیع ہوتی۔ پہلی توسیع تو اپریل ۱۹۷۵ء کے آخری ہفتے میں جموں میں ہوئی جب مرزا محمد افضل بیگ اپنی جوانمرگ بیٹی کے سلسلے میں سرینگر گئے ہوئے تھے ان سب کو وزارت میں شامل کیا گیا جو جنوری ۱۹۷۰ء میں غلام محمد شاہ کی قیادت میں محاذ رائے شماری سے الگ ہو چکے تھے۔ ان سب کو واپس نیشنل کانفرنس میں شامل ہونے کا اعلان کر دیا گیا۔

۱۸ جنوری ۱۹۷۷ء کو پارلیمنٹ توڑ دی گئی اور مارچ میں چناؤ کرانے کا اعلان ہوا۔ شیخ محمد عبداللہ اور مسز اندرا گاندھی نے ریاست کی چھ نشستوں کو تین تین میں بانٹ دیا۔ لوک سبھا کے نتائج انقلاب انگیز ثابت ہوئے۔ کانگریس ہار گئی اور جنتا پارٹی اقتدار میں آ گئی۔ مرارجی ڈیسائی ملک کے وزیر اعظم منتخب ہوئے۔

۲۶ مارچ ۱۹۷۷ کو مسز گاندھی نے کانگریس کی ریاستی اسمبلی ممبران کو ہدایت دی کہ وہ شیخ محمد عبداللہ سے اعتماد واپس لیں اور مفتی محمد سعید کو لیڈر چن لیں اور ایسا ہی کیا

گیا۔

اس دوران وزیر اعلیٰ شیخ محمد عبداللہ دلی میں تھے۔ انہوں نے اخباری نمائندوں کو بتایا ''کانگریس پارٹی نے مجھے دیا ہوا اعتماد واپس لیا اس لئے وہ ایکارڈ جو میرے اور مسز گاندھی کے درمیان ہوا تھا ختم سمجھا جانا چاہئے!''

۲۷ مارچ ۱۹۷۷ء سے ریاست جموں وکشمیر میں گورنر راج نافذ ہوا۔ ۲۴ مئی ۱۹۷۷ء کو چیف الیکشن کمشنر نے جموں وکشمیر کے لئے انتخابی پروگرام کا اعلان کر دیا جس کے مطابق ۳۰ جون، ۲ جولائی اور ۳ جولائی ۱۹۷۷ء کو ووٹ ڈالنے کی تاریخیں مقرر کی گئی۔

۱۱ جون ۱۹۷۷ء کو اچانک شہر میں یہ خبر پھیل گئی کہ شیخ محمد عبداللہ پر دل کا دورہ پڑا ہے اس وقت پارٹی کے سبھی سینئر لیڈران سرینگر کے گردنواح میں الیکشن مہم پر تھے۔ لوگ ٹولیوں میں بٹ کر کثیر تعداد میں شیخ محمد عبداللہ کی قیام گاہ پر آنا شروع ہوئے۔ شیخ محمد عبداللہ کے خصوصی معالج ڈاکٹر علی محمد جان نے اُن کی رہائش گاہ سے باہر آ کر لوگوں کو دعا خیر مانگنے کی اپیل کی۔ گورنر نے نئی دلی کو اس خبر سے آگاہ کیا۔ وزیر داخلہ چودھری چرن سنگھ نے امراض قلب کے دو ممتاز ڈاکٹروں کو فوری طور سرینگر روانہ کیا۔

باب ۲۵

(۱) جولائی ۱۹۷۷ء کے پہلے ہفتے میں نیشنل کانفرنس نے قریب دو تہائی جیت درج کرائی۔

(۲) شیخ محمد عبداللہ نے اپنے حجرے سے باہر آ کر عوام کا شکریہ ادا کیا۔

(۳) نومنتخب آزاد ممبران اسمبلی کی طرف سے اٹانومی کی بحالی کے لئے قرارداد پیش۔

(۴) نائب وزیر اعلیٰ مرزا محمد افضل بیگ کا محاذ رائے شماری کی بیس سالہ مدت کو آوارہ گردی بتایا۔

۲؍اور ۳؍جولائی ۱۹۷۷ء کو وادی کے ۴۲ سیٹوں کے لئے ووٹ پڑے جب نتائج سامنے آئے تو نیشنل کانفرنس بیالیس میں سے انتالیس سیٹوں پر قابض ہو چکی اور ساری ریاست میں چھیالیس سیٹیں حاصل کی۔ جنوبی کشمیر اننت ناگ حلقہ سے مرزا محمد افضل بیگ چناؤ جیت گئے۔ چناؤ مہم کے دوران نہ ہی انہوں نے اپنے چناوی حلقہ پر زیادہ دھیان دیا تھا اور تو اور پارٹی کے اندر ہی اندر ایک گروپ ان کو چناؤ ہرانے کیلئے پرزور مہم پر تھا۔ بہر حال شیخ محمد عبداللہ گھر سے باہر آئے۔ ۷ جولائی ۱۹۷۷ء کو سرینگر

کے پولوگراؤنڈ میں نیشنل کانفرنس کے جشن فتح کے سلسلے میں عوام کو خراج تحسین ادا کیا کہ انہوں نے نیشنل کانفرنس کو کامیاب بنایا اس سے پہلے نتائج کے آتے ہی شیخ محمد عبداللہ نے وزیر داخلہ چودھری چرن سنگھ کو ایک مراسلہ بھیجا جس میں جنتا پارٹی کی مرکزی حکومت کو انہوں نے یقین دلایا کہ نیشنل کانفرنس کی حکومت مہاتما گاندھی کے خوابوں کا ہندوستان تعمیر کرنے میں مرکزی حکومت سے پورا پورا تعاون کریگی۔ نومنتخب آزاد ممبران اسمبلی عبدالغنی لون اور سید علی شاہ گیلانی نے اٹانومی کی بحالی کیلئے قرارداد پیش کی۔ اُس کو قانون ساز اسمبلی میں زیر غور لانے بھی نہیں دیا گیا اور بحث کے دوران نائب وزیر اعلیٰ مرزا محمد افضل بیگ نے کہا اس کا مطلب ہے کہ ہم نے محاذ رائے شماری کے بیس سال آوارہ گردی میں گذارے

عین شاہدین کا کہنا ہے کہ یہ سن کر موقعہ پر کچھ چہروں کا رنگ اڑ گیا۔ یہ جولائی ۱۹۷۸ء کا واقعہ ہے۔ ستمبر کی بیس تاریخ تھی۔ سیکریٹریٹ ملازموں سے خالی ہو رہا تھا کہ سر شام ہی مرزا محمد افضل بیگ کو شیخ محمد عبداللہ کا پیغام دیا گیا کہ وہ ۲۲ ستمبر ۱۹۷۸ء کو ۱۱ بجے صبح چیف منسٹرس کانفرنس میں شرکت کر رہے ہیں۔ یوں نائب وزیراعلیٰ ۲۱؍ستمبر کو ہی دلی کیلئے روانہ ہوئے۔

۲۲؍ستمبر کو وہ وزیر اعلیٰ کانفرنس میں شیخ محمد عبداللہ کی نمائندگی کر رہے تھے تو اسی روز سرینگر میں شیخ محمد عبداللہ نے اپنی کابینی وزراء سے ذاتی وفاداری کا حلف لیا اور بعد میں اخباری بیان دیا ''جو بھی میرے ساتھ کابینہ میں کام کرنا چاہتا ہے اُسے یہ حلف لینا ہی ہوگا!''

۲۵ ستمبر ۱۹۷۸ء کو مرزا محمد افضل بیگ واپس سرینگر لوٹے، سیدھے سیکریٹریٹ جا کر وزیر اعلیٰ شیخ محمد عبداللہ کو کانفرنس کی ساری روئیداد سنائی۔ حلف وفاداری

...دوران جنوری ۱۹۶۶ء میں معاہدہ تاشقند کے موقعہ پر صدر پاکستان جنرل محمد ایوب خان کے وفد کے ساتھ محمد مقبول بٹ بحیثیت جرنلسٹ شامل تھا وہ تحصیل کپوارہ کا رہنے والا تھا انہوں نے جدوجہد آزادی میں حصہ لینے کے لئے ایک گروہ منظم کیا تھا۔

۱۰/اکتوبر ۱۹۶۹ء کو شیخ محمد عبداللہ دلی میں خان عبدالغفار خان سے ملے۔ ۱۱/اکتوبر کو سرحد گاندھی نے پریس کانفرنس میں بتایا "میں کشمیریوں کے لئے ہندوستان کے اندر اُسی قسم کی آزادی کے حق میں ہوں جس قسم کا حق میں پٹھانوں کے لئے پاکستان کے اندر چاہتا ہوں۔

۲۹ جنوری ۱۹۷۰ء کو صدر پاکستان کا مراسلہ ہندوستان کی وزیراعظم مسز اندرا گاندھی کو ملا جس میں اعلان تاشقند کی یاد دلائی گئی۔ "کشمیر کا تنازع اعلان تاشقند کی بنیاد پر طے ہو سکتا ہے اور اس کے سوا جو بھی کوشش کی جائیگی پاکستان اُسے قبول نہیں کریگا۔

جنوری ۱۹۷۰ء کے پہلے ہفتہ میں محاذ رائے شماری میں شگاف پڑ گیا جب پارٹی کے جنرل سیکریٹری شیخ محمد عبداللہ کے داماد مسٹر جی ایم شاہ کی قیادت میں ایک دھڑا تنظیم سے الگ ہو گیا ان کا نظریہ تھا کہ کانگریس کے ساتھ ہاتھ ملا کر سرکار میں حصہ لیا جائے اس کے دس بارہ دن بعد عید منائی جا رہی تھی۔ مرزا محمد افضل بیگ حسب روایت جب اننت ناگ کی جامع مسجد میں عید نماز کے بعد تقریر کرنے کھڑے ہوئے تو لوگ اٹھ کر ایک ایک کر چلے گئے۔

باب ۲۴

(۱) دلی میں صدر محاذ رائے شماری کی پریس کانفرنس

(۲) بیگ۔ پارتھاسارتھی مذاکرات میں تعطل

(۳) ۷۵-۱۹۷۳ء تک شیخ۔ اندرابات چیت مکمل

(۴) محاذ رائے شماری توڑ کر نیشنل کانفرنس کا احیانو

(۵) صدر محاذ کا انگریزی میں تحریری بیان۔

۵ فروری ۱۹۷۲ء کو محاذ رائے شماری کے صدر مرزا محمد افضل بیگ نے دلی میں اخباری نمائندوں سے بات چیت کرتے ہوئے کہا "حکومتِ ہند اور شیخ محمد عبداللہ کی قیادت میں کشمیری عوام کے درمیان مذاکرات سے ایک پلان مرتب کیا جا سکتا ہے جس میں ریاست کیلئے اندرونی خود مختاری کا سوال بنیاد ہو یہ بات چیت آئین ہند دفعہ ۳۷۰ کی روشنی میں کی جا سکتی ہے۔"

مرکزی وزیر اطلاعات آئی کے گجرال نے پریس کانفرنس میں بتایا "شیخ محمد عبداللہ جو چیز لڑائی سے حاصل نہیں کر سکتے وہ صلح وصفائی اور محبت سے حاصل کرنا چاہتے ہیں ہم یہ مان ہی نہیں سکتے کہ انہوں نے اپنا موقف تبدیل کر لیا ہے البتہ انہوں نے اپنی حکمت

اس پر تبھی فیصلہ لے سکتا ہے جب اسمبلی قرارداد پاس کرنے

اروناچل پردیش: دفعہ ۱۷ ۳/ایچ

دفعہ ۱۷ ۱۳ ایچ کے تحت ریاست کے گورنر کو قانون اور سیکورٹی کو لے کر خصوصی اختیارات حاصل ہیں۔

آسام: دفعہ ۱۷ ۳/جی

صدر جمہوریہ ریاست کے قبائلی علاقوں سے چن کر آئے اسمبلی کے نمائندوں کی ایک کمیٹی بنا سکتے ہیں۔ یہ کمیٹی ریاست کے ترقیاتی کاموں پر غور کر کے صدر جمہوریہ کو رپورٹ سونپیں گی۔

سکم: دفعہ ۱۷ ۳/ایف

ہندوستانی یونین میں سب سے آخر میں سال ۱۹۷۵ء میں شامل ہوئے۔ سکم کو بھی آئین میں کئی حقوق ہیں۔ آرٹیکل ۱۷ ۳ ایف نے ریاستی حکومت کو پوری ریاست کا حق دیا ہے۔ اس دفعہ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ کسی بھی تنازعہ یا کسی دوسرے معاملے میں جو سکم سے جڑے ہوں آئین میں ہی سپریم کورٹ اور نہ ہی کسی اور کورٹ کا حلقہ اختیار ہوگا۔

حکومتِ وقت جس پالیسی کی حمایت کر رہی ہے اس سے کشمیریوں کے لئے نازک مسائل کھڑے ہو سکتے ہیں۔ کسی مفکر نے کہا ہے کہ بڑے واقعات و کردار دوبار رونما ہوتے ہیں۔ پہلی بار المیہ کے طور پر اور دوسری بار مذاق کی صورت میں۔ برصغیر کی آزادی کے ۴۷ سالہ زندگی میں دونوں معاشروں کے رہنماؤں کی جانب سے آدرش کی بے معنی لن ترانی پر زور ہے اس لن ترانی میں شور ہے زندگی کی موسیقی نہیں ۔

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا
ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

کی والدہ کے سلسلے میں تعزیت پرسی کرنے گئے۔اس کے بعد وہ ڈاکٹر کرن سنگھ کی کوٹھی پر اُن کے والد مہاراجہ ہری سنگھ کی تعزیت پرسی کیلئے گئے وہ وزیر اعظم غلام محمد صادق کو مبارکباد دینے اُن کی سرکاری کوٹھی پر گئے۔وادی پہنچکر وہ کافی مصروف رہے۔اسی دوران وہ مہاراجہ کے سابق وزیر اعظم رام چندر کاک کی مزاج پرسی کرنے ہارون سرینگر گئے وہ سابق وزیر صحت شام لال صراف کے گھر بھی اُن سے ملنے گئے، یہ وہی صراف صاحب ہے جس کو انہوں نے اپنی وزارت کے دوران ۱۹۵۳ء میں استعفیٰ دینے پر دباؤ ڈالا تھا۔

پنڈت جواہر لال نہرو نے اُن کو ایک مراسلہ بھیجا تھا جو ان کو وقت پر مل نہ سکا۔

"جیل سے رہا ہو کر سیدھے دلی چلے آؤ، ملاقات کا منتظر ہوں!"

یہ خط شیخ محمد عبداللہ کو وقت پر مل نہ سکا۔بہر حال خط ملتے ہی شیخ محمد عبداللہ ۲۹ اپریل ۱۹۶۴ء کو پنڈت نہرو کی مزاج پرسی کیلئے دلی چلے گئے۔

صدر پاکستان محمد ایوب خان نے شیخ محمد عبداللہ کو دلی کے پتہ پر ایک مراسلہ بھیجا اور ان سے استدعا کی کہ پاکستان سے مشورہ کئے بغیر کوئی اقدام نہ کریں اور اسی مراسلہ میں اُن کو پاکستان آنے کی دعوت دی گئی تھی۔

شیخ محمد عبداللہ مرزا محمد افضل بیگ، ممبر پارلیمنٹ خواجہ مبارک شاہ، اپنے فرزند فاروق عبداللہ، اپنے بھتیجے شیخ عبدالرشید اور مولوی محمد سعید مسعودی کو ساتھ لیکر مئی کے دوسرے ہفتہ میں پاکستان چلے گئے۔صدر ایوب خان کے اصرار پر مولوی محمد سعید مسعودی کو ان میٹنگوں سے دور رکھا گیا ان ناکام مذاکرات کے بعد شیخ محمد عبداللہ ابھی آزاد کشمیر کا دورہ کرہی رہے تھے کہ پنڈت جواہر لال نہرو کے انتقال کی خبر سن کر واپس دلی لوٹے۔تعزیت پرسی کی رسم پوری ہوئی۔مشن کو آگے بڑھانے کی بات ہوئی تو نئی

قیادت نے معاملہ کو ٹال دیا۔

دسمبر ۱۹۶۴ء تک کئی آئینی ترامیم سخت مخالفت کے باوجود پاس کرائی گی۔

آئین ہند کی دفعہ ۳۵۶ اور ۳۵۷ کا اطلاق ریاست پر کرایا گیا۔صدر ریاست اور وزیر اعظم کے عہدوں کے نام تبدیل کئے گئے۔

ریاست میں کانگریس پارٹی کا قیام عمل میں لایا گیا۔شیخ محمد عبداللہ نے لوگوں سے اپیل کی کہ وہ کانگریسیوں کے ساتھ ترک موالات کی پالیسی اپنائیں یہ تحریک از حد کامیاب رہی۔

باب ۲۱

(۱) کام راج پلان کے تحت منظور کئے گئے ناموں میں ریاستی وزیراعظم کا نام سرفہرست

(۲) سانحہ موئے مبارک۔ جیل میں بخشی غلام محمد اور شیخ محمد عبداللہ کی خفیہ ملاقاتیں

(۳) دلی جا کے پنڈت نہرو کی عیادت اور دورۂ پاکستان

۱۹۶۲ء میں ہند چین جنگ نے وزیراعظم جواہر لال نہرو کو از حد پریشان کر دیا۔ اس سے کشمیر مسئلہ کی ہیئت ہی بدل گئی۔

۲۵ راگست ۱۹۶۳ء کو کانگریس ورکنگ کمیٹی کے اجلاس میں پنڈت جواہر لال نہرو نے کامراج پلان کے تحت منظور کئے گئے استعفوں کا اعلان کر دیا اور جن لوگوں کے استعفے منظور ہوئے ان میں جموں وکشمیر کے وزیراعظم بخشی غلام محمد کا نام سرفہرست تھا۔ جس کی بخشی صاحب کو بالکل امید نہ تھی۔ پنڈت نہرو چاہتے تھے کہ اب حکومت کی باگ ڈور غلام محمد صادق کو سونپی جائے لیکن بخشی صاحب ایسا ہرگز نہیں چاہتے تھے کہ صادق صاحب ان کا جانشین بنے۔ ان کی خواہش یہی تھی کہ شیخ محمد عبداللہ کے خلاف

کیس واپس لے کر ان کو رہا کریں اور وہی حکومت کی باگ ڈور سنبھالیں۔ آخر انہوں نے جوان سال پیر شمس الدین کو اپنا جانشین نامزد کیا اور انہوں نے ۱۱ راکتوبر ۱۹۶۳ء کو وزیراعظم کی حیثیت سے حلف لیا۔

پیر شمس الدین کو وزارتِ اعظمیٰ کا حلف دِلانے کے بعد بخشی غلام محمد نے جیل میں شیخ محمد عبداللہ سے بارہا ملاقاتیں کیں جن کے بارے میں کوئی نہیں جانتا۔ شیخ صاحب سے جب جب ان کے ساتھی ان ملاقاتوں کا ذکر کرتے تو وہ اپنے مخصوص انداز میں ٹالتے رہتے۔

۲۷ دسمبر ۱۹۶۳ء کی صبح کو حضرت بل کی زیارتِ شریف سے موئے مبارک کو پراسرار طور غائب پایا گیا۔ لوگ مشتعل تھے۔ اس سانحہ عظیم کی خبر پھیلتی گئی۔ لوگوں میں غم وغصہ کی شدید لہر تھی۔ اس دوران شیخ محمد عبداللہ کے بڑے فرزند فاروق عبداللہ گاندربل گئے جہاں سے وہ مولوی محمد سعید مسعودی کو اپنے ہمراہ لائے تاکہ وہ اس منتشر عوامی فوج کی کمان سنبھالیں۔

بخشی غلام محمد نے ریڈیو پر اپنی تقریر میں اس سانحہ کا الزام غیر اعتقادیوں پر لگایا۔

اسی روز وزیراعظم پیر شمس الدین نے ریڈیائی نشریہ میں کہا کہ اس میں سیاسی عناصر کا ہاتھ ہے۔

۳۱ مارچ ۱۹۶۴ء کو ریاست کے وزیراعظم خواجہ غلام محمد صادق نے بیان دیا کہ شیخ محمد عبداللہ کو جلد رہا کیا جا رہا ہے۔ یوں ۱۸ اپریل ۱۹۶۴ء کو شیخ محمد عبداللہ، مرزا محمد افضل بیگ، اور ان کے دیگر ساتھی اپنے اپنے گھروں کو چل دیئے۔

سپیشل جیل جموں سے رہا ہوتے ہی شیخ محمد عبداللہ سب سے پہلے بخشی غلام محمد

عملی تبدیل کرلی ہے لیکن ہمیں بیوقوف نہیں بنایا جاسکتا!"

اسی تناظر میں جون کے پہلے ہفتہ سے وزیر اعظم ہند کے نمائندے جی پارتھا سارتھی اور شیخ محمد عبداللہ کے نمائندے مرزا محمد افضل بیگ کے درمیان مذاکرات شروع ہوئے۔ جو چھ آٹھ مہینے تک وقفہ وقفہ سے جاری رہے۔ جب ان مذاکرات میں تعطل کی کیفیت پیدا ہوئی تو شیخ محمد عبداللہ اور مسز اندرا گاندھی کی جان کاری کیلئے ایک ڈرافٹ تیار کیا گیا جس کا متن یوں ہے۔ "ہم میں کسی بات پر اتفاق رائے نہیں ہوا ہے لہٰذا یہ معاملہ عمائدین پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔"

دستخط کنندگان

(۱) مرزا محمد افضل بیگ

(۲) جی پارتھا سارتھی

۲۸ جون ۱۹۷۲ء کو مسز اندرا گاندھی اور مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کے درمیان شملہ سمجھوتہ طے پایا اس سمجھوتہ میں پاکستان نے کشمیر کے تنازع میں اپنے فریق ہونے کی حیثیت منوائی۔

۲۷ ستمبر ۱۹۷۳ء کو مسز اندرا گاندھی سرینگر آکر سیدھے پہلگام کیلئے دو دن کیلئے روانہ ہوئیں اگلے دن شیخ محمد عبداللہ کسی کو کچھ بتائے بنا پہلگام روانہ ہوئے۔ انہوں نے مسز اندرا گاندھی سے طویل ملاقات کی۔

۱۹۷۴ء کا پورا سال شیخ۔ اندرا سمجھوتہ کیخلاف عوامی احتجاج میں گذرا۔

۶ جنوری ۱۹۷۵ء کو پراسرار طریقے پر شیخ محمد عبداللہ بذریعہ طیارہ جموں سے دلی روانہ ہوئے اس سے دو دن قبل وہ خاموشی سے سرینگر سے جموں روانہ ہوئے تھے اور سرکاری مہمان بنے ہوئے تھے۔ اُسی شام وزیر اعلیٰ سید میر قاسم بھی ٹرین سے روانہ

ہوئے اور دلی میں دونوں کی الگ الگ اور ایک ساتھ میٹنگیں وزیر اعظم اندرا گاندھی کے ساتھ ہوئیں۔ اس میٹنگ میں شیخ محمد عبداللہ نے اب تک کے سارے مطالبات نظر انداز کرتے ہوئے کانگریس لیجسلیٹر پارٹی کا لیڈر بننے پر اپنی رضامندی کا اظہار کیا۔ ۲۲ فروری ۱۹۷۵ کو کانگریس لیجسلیٹر پارٹی نے محاذ رائے شماری کے سرپرست شیخ محمد عبداللہ کو اپنا لیڈر چن لیا۔

۲۳ فروری ۱۹۷۵ کو وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی نے پارلیمنٹ کو اس ایکارڈ کے بارے میں بتایا۔

"شیخ محمد عبداللہ کے ساتھ جو سمجھوتہ ہوا ہے وہ آئین ہند کے حدود کے اندر ہے اور جموں وکشمیر کے تعلقات آئین ہند کی دفعہ ۳۷۰ کے مطابق ہے۔ آئین ہند کی دفعہ ایک مستقل دفعہ ہے اور ۱۹۵۲ء سے آئین ہند کا ایک حصہ چلی آرہی ہے۔

۲۴ فروری ۱۹۷۵ء کو شیخ محمد عبداللہ نے جموں میں وزیر اعلیٰ کی حیثیت سے حلف لیا۔

پاکستان کے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے کشمیری عوام سے اپیل کی کہ وہ شیخ محمد عبداللہ اور ہندوستان کے وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کے سمجھوتہ کے خلاف ۲۸ فروری ۱۹۷۵ کو ہڑتال کریں۔

۲۸ فروری ۱۹۷۵ء کو نہ صرف سرینگر بلکہ وادی کے تمام حصوں میں ہمہ گیر ہڑتال رہی اور ساری وادی میں خوف ودہشت کا ساسماں پیدا ہوا۔

۲۴ فروری ۱۹۷۵ء سے ۴ جولائی ۱۹۷۵ء تک ریاستِ جموں وکشمیر میں کانگریس اور محاذ رائے شماری کی مخلوط سرکار رہی۔

۵ جولائی کو محاذ رائے شماری کے ڈیلی گیشن کا دو روزہ کنونشن منعقد ہوا۔ صدر محاذ

رائے شماری مرزا محمد افضل بیگ نے اپنے تحریری بیان میں ڈیلی گیشن سیشن میں بتایا۔

" The working committee did not agree to the disbanment of Plebiscite Front, nor did it deviate from its basic stand. Therefore, I as a President of Plebiscite Front recommend to you the disbanment of plebiscite front on the instructions and desires of Sheikh Mohammad Abdullah."

شیخ محمد عبداللہ کے ہاتھوں نیشنل کانفرنس کا احیائے نو ہوا۔ ریاستی کانگریس کے ساتھ کشیدگی دن بہ دن بڑھتی گئی۔ شیخ محمد عبداللہ کا کہنا تھا کہ نیشنل کانفرنس کے ہوتے ہوئے کانگریس کی کوئی ضرورت نہیں۔ انہوں نے اس سلسلے میں مسز اندرا گاندھی سے بھی اپیل کی کہ وہ نیشنل کانفرنس کو کانگریس کی ریاستی شاخ تصور کریں۔ مسز گاندھی نے بڑی سختی سے شیخ محمد عبداللہ کی یہ خواہش ٹھکرادی۔

صوفی محمد اکبر محاذ رائے شماری کے نائب صدر اور شیخ محمد عبداللہ کے معتمد ترین ساتھی تھے۔ صدر محاذ نے جب جب شیخ صاحب کی تجویز کے ساتھ اتفاق نہیں کیا تب تب انہوں نے وہ تجویز نائب صدر سے پاس کرائی۔ اب محاذ رائے شماری کے نائب صدر نے علیحدگی اختیار کی اور دو سال بعد قانون ساز اسمبلی انتخاب کے موقعہ پر نئی پارٹی محاذِ آزدی تشکیل دی۔ شیخ محمد عبداللہ نے اپنے قریبی ساتھیوں سے کہا کہ وہ صوفی صاحب کو نئی تنظیم تشکیل دینے میں بھرپور ساتھ دیں۔

باب ۲۴

(۱) شیخ محمد عبداللہ وزیر اعلیٰ کی حیثیت سے لینڈ گرانٹ ایکٹ میں ترمیم کر کے زمین یا جائیداد سو برس کیلئے پٹے پر دینا چاہتے تھے۔

(۲) کابینہ میں توسیع اور ۱۹۷۰ء سے محاذ رائے شماری سے الگ ہوئے ممبران کی واپسی اور کابینہ میں شمولیت

(۳) اسمبلی الیکشن کے دوران شیخ محمد عبداللہ پر دل کا دورہ۔ دلی سے دو امراض قلب کے ڈاکٹر سرینگر روانہ۔

مہاراجہ ہری سنگھ نے ۱۹۲۷ء میں لینڈ گرانٹ ایکٹ نافذ کیا تھا کہ ریاست کا پشتنی باشندہ نہ ہونے کی صورت میں کوئی ریاست میں زمین نہیں خرید سکتا۔ ۱۹۴۷ء کے بعد وقت وقت پر اس ایکٹ میں ترمیم ہوتی رہی اور غیر ریاستی باشندوں کو بھی یہ اختیار حاصل ہو گیا کہ وہ جموں وکشمیر میں پٹے پر دس یا بیس سال کیلئے زمین حاصل کر سکتے ہیں۔ اب شیخ محمد عبداللہ لینڈ گرانٹ ایکٹ میں ایسا ترمیم کرنا چاہتے تھے جس کے مطابق کسی غیر ریاستی باشندے، کمپنی یا ادارے کو یہ اختیار ہوگا کہ وہ ریاست میں ایک سو برس تک کیلئے زمین یا جائیداد پٹے پر حاصل کر سکتا ہے۔ لینڈ گرانٹ ایکٹ کا یہ

(مجسٹریٹ نے کہا ان کی تسلی کیلئے مزید واقعات کی ضرورت نہیں)

"مگر" میں نے کہا۔ مقدمہ سازش نوعیت کی پیش نظر دیگر ملزمان کے گواہان بھی میرے گواہان تصور کئے جائیں۔ اگر ان کی نسبت کچھ دریافت کرنا ہو مجھ سے پوچھا جائے۔

مجسٹریٹ نے کہا اس کی ضرورت نہیں۔ مقدمہ کی نوعیت واقعی ایسی ہے۔

میرے اظہار کا انہوں نے ایک مختصر میمورنڈم بنایا کہا یہ میمورنڈم ریکارڈ نہ ہوگا یہ محض ان کی یاداشت کیلئے ہے۔

۱۰ر جولائی: آج ساڑھے دس بجے مبارک شاہ ملاقات کے لئے آئے ان کی اور دہلی والوں کی رائے ہے کہ انتقال مقدمہ کیلئے درخواست پر ہائیکوٹ نے جو فیصلہ دیا ہے اس کیخلاف اپیل سپریم کورٹ میں کی جائے۔ میں نے بہ وجوہات ذیل اختلاف کیا

(۱) مقدمہ سپریم کورٹ میں جانے پر کیس کا ریکارڈ سپریم کورٹ میں طلب کیا جائے گا اور یہاں کارروائی ملتوی ہوگی۔ ہوسکتا ہے کہ یہ التوا مہینوں تک طول کھائے۔ اس کی تمام تر ذمہ داری ہمارے سر تھوپی جائیگی۔

(۲) احتمال ہے کہ سپریم کورٹ اپنے فیصلہ میں کچھ ایسے اظہارات کرے جس سے روئیداد مقدمہ کی طرف اشارہ ہو۔ ایسی صورت میں ہمیں بہت نقصان ہوگا۔

(۳) ہائیکورٹ کے فصیلہ کے منسوخ کئے جانے کی کوئی خاص امید نہیں

مبارک شاہ نے پھر اپیل کا ارادہ ترک کیا۔

۱۳ ستمبر: پاٹھک نے افتتاحیہ تقریر زیر دفعہ ۲۸۶ ض۔ف شروع کی

۱۶ ستمبر: وقفہ تک پاٹھک تقریر کرتے رہے۔ ہرپرشاد نے استغاثہ کی طرف سے مخالفت کی اور میں نے سائلان کی طرف سے بحث کی۔

۱۴ نومبر ۱۹۶۲ء: آج شیخ صاحب نے پنڈت جواہر لال نہرو کو بتقریب سالگرہ تار بھیجا۔ تار میں امید ظاہر کی کہ پنڈت جی کی شخصیت برصغیر کے عوام کو امید دلاتی ہے کہ وہ ہمسایہ ممالک سے تمام اختلافات وتنازعات دور کر کے اتفاق وہم آہنگی کی سنگین بنیادیں ڈالیں گے تا کہ موجودہ بحران کا موثر مقابلہ ہوسکے۔

۲۷ دسمبر ۱۹۶۳: آج افواہ گرم تھی کہ حضرت بل سرینگر کی زیارت شریف سے موئے مقدس کو چرایا گیا۔ سب منسٹر جموں سے سرینگر چلے گئے۔

باب ۲۲

(۱) شیخ محمد عبداللہ کی الجیریا میں چین کے وزیراعظم چواین لائی سے ملاقات

(۲) دلی واپس پہنچتے ہی تین سال کیلئے نظر بند

(۳) رہا ہوتے ہی مرکزی زعما سے فرداً فرداً ملاقات اور پیپلز کنونشن کا سرینگر میں انعقاد

(۴) محاذ رائے شمار میں شگاف۔ ایک دھڑا شیخ محمد عبداللہ کے داماد اور پارٹی جنرل سیکریٹری کی قیادت میں پارٹی سے الگ

فروری ۱۹۶۵ء میں فریضہ حج کی ادائیگی کیلئے روانہ ہوئے۔ ان کے ہمراہ ان کی بیگم اور ساتھی مرزا محمد افضل بیگ بھی تھے۔ حج کی ادائیگی سے قبل وہ مصر، برطانیہ، فرانس اور الجیریا گئے۔ الجیریا میں چین کے وزیر اعظم چواین لائی سے ملاقات کی۔ ہند پارلیمنٹ میں اس ملاقات کو لے کے خوب چرچا ہوئی۔ ۸ مئی ۱۹۶۵ء کو وہ واپس آ کر دلی کے ہوائی اڈے پر اترے ہی تھے کہ دونوں کو نظر بند کر کے اوٹا کمنڈ پہنچایا گیا جب کہ بیگم شیخ محمد عبداللہ کا ریاست میں داخلہ ممنوع قرار دیا گیا۔ کچھ دیر کے بعد دونوں کو

الگ الگ کر دیا گیا۔ مرزا محمد افضل بیگ کو صحت کی ناسازی کی بنا پر ۲۰ جولائی کو دلی کے ایمس میں رکھا گیا۔ وہاں سے ۵ راگست ۱۹۶۵ء کو سرینگر نشاط کے ایک پرائیوٹ مکان میں شفٹ کئے گئے۔ جولائی ۱۹۶۷ء سے اپنے آبائی گھر سرنل انت ناگ میں نظر بند رکھے گئے اور اسی سال دسمبر میں یہ پابندی بھی ہٹا دی گئی۔

شیخ محمد عبداللہ کو اوٹا کمنڈ سے دلی شفٹ کیا گیا اور ۲ جنوری ۱۹۶۸ء کو رہا کئے گئے وہ اپنی نظر بندی کے دوران کئی سیاسی شخصیات سے ملتے رہے۔ سرینگر لوٹتے ہی محاذ رائے شماری کا اجلاس طلب کیا اور اس اجلاس میں پیپلز کنونشن بلانے کا اعلان کر دیا۔ جس میں ریاست اور بیرون ریاست سے مختلف نظریہ رکھنے والے افراد اور جماعتوں کو دعوت دی گی تا کہ وہ رائے شماری کے بارے میں اپنے نظریات پیش کریں۔ شدید مخالفت کی وجہ سے یہ تجویز ملتوی ہوئی کچھ عرصہ بعد شیخ محمد عبداللہ نے پارٹی کے نائب صدر صوفی محمد اکبر سے اس تجویز کی تائید کرائی یوں یہ کنونشن شیخ صاحب کے منشا کے عین مطابق اکتوبر ۱۹۶۸ء میں سرینگر میں منعقد ہوا۔ جس میں قومی سیاسی راہنماؤں کے علاوہ بخشی غلام محمد نے بھی حصہ لیا۔ صدر محاذ رائے شماری مرزا محمد افضل بیگ مذکورہ کنونشن سے اول تا آخر الگ تھلگ ہی رہے۔ نیز شری پریم ناتھ بزاز اس کنونشن کے کنوینئر تھے۔

اس کنونشن سے فارغ ہو کر ۲۵ مارچ ۱۹۶۹ء کو محاذ رائے شماری کا اجلاس طلب کیا گیا۔ جو بات ایجنڈا پر نہ تھی۔ شیخ محمد عبداللہ نے اُسی کا اعلان کر دیا یعنی محاذ رائے شماری کو پنچایتی الیکشن میں حصہ لینے کا مشورہ دیا۔ زبردست مخالفت کی وجہ سے یہ تجویز ملتوی ہوئی۔ پارٹی کا ایک دھڑا منشی محمد اسحاق کی قیادت میں اٹھ کھڑا ہوا ان کا کہنا تھا کہ الیکشن رائے شماری کا نعم البدل نہیں ہو سکتا۔ کچھ عرصہ بعد شیخ محمد عبداللہ نے پارٹی نائب صدر صوفی محمد اکبر سے اس تجویز کی تائید کرائی۔

دریافت کیا کہ گواہانِ صفائی سے میں کیا شہادت دلوانا چاہتا ہوں۔ مجسٹریٹ نے واضح کیا
کہ وہ محض ایک عمومی جواب چاہتا ہے تا کہ ذاتی اطمینان کرے۔ ریکارڈ پر یہ امور نہیں
لائے گا۔ میں نے یہ ذیل جواب دیا ''اپنی ڈیفنس کے تحفظ کے لئے وہ تمام امور ظاہر
کرنے سے قاصر ہوں جو گواہان صفائی سے ثابت کرانا چاہتا ہوں۔ لیکن اگر عدالت مکمل
اطمینان چاہتی ہے تو میں ہر امر کا انکشاف کرنے کیلئے آمادہ ہوں۔ اس امر کا کوئی احتمال
نہیں رہنا چاہئے کہ میرے نامکمل یا مبہم جواب کے باعث گواہان صفائی کو طلب کرنے
کی درخواست مسترد کی گئی تو اس مرحلہ پر شہادت صفائی کی تفصیلات (جو گواہان سے
حاصل کرنا چاہتا ہوں) بیان کرنے سے میرے ڈیفنس کو زک پہنچ سکتا ہے لیکن وہ
نقصان برداشت کروں گا بجائے اس کے میری درخواست مسترد ہوجائے۔'

(مجسٹریٹ نے کہا کہ وہ محض ایک عام جواب چاہتے ہیں تا کہ سرسری طور پر
دیکھ لے کہ درخواست Bonafide ہے اور بے فائدہ طوالت کیلئے نہیں۔ میں نے
بیان کیا ان گواہان کے ذریعہ میں استغاثہ کے تمام الزامات کی تردید کرانا چاہتا ہوں اور
ان کی شہادت سالم وکامل امور متعلقہ کی نسبت ہے طوالت میرے لئے نقصان دہ ہے۔
اس کے بعد مجسٹریٹ نے علیحدہ علیحدہ گواہان صفائی کی نسبت دریافت کیا کہ من جملاً بنایا
جائے کہ کس گواہ سے کیا دریافت کیا جانا مطلوب ہے۔ میں نے حسب ذیل جواب دیا

(۱) پنڈت نہرو وزیراعظم: ۵۳ء سے ۵۸ تک اُن تمام امور سے واقف ہے جو
الزامات کی تردید سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے پاس ریکارڈ اور ایسی معلومات
ہیں جو استغاثہ کی تردید کیلئے نہایت ضروری ہے

(۲) لارڈ مونٹ بیٹن: ۷ ۱۹۴ء کے الحاق کی ذاتی علمیت رکھتا ہے بحیثیت گورنر جنرل
الحاق اور رائے شماری وغیرہ کے متعلق پاکستان کے ردعمل سے واقف ہے۔

سبکدوش ہونے کے بعد لندن میں تمام اظہارات انہوں نے کئے۔ میں جو
مقدمہ ہذا میں ڈیفنس کیلئے مفید ہوں گے وغیرہ وغیرہ

(۳) سیکریٹری جنرل اقوام متحدہ: اہم گواہ ہے مسئلہ کشمیر کے واقعات اور ۵۳ء سے
۵۸ء تک کے حالات کشمیر کے متعلق انکی شہادت ضروری ہے وغیرہ۔

(۴) کمانڈنٹ: یو این مبصرین: ۵۳ء سے ۵۸ء تک ان امور کی شہادت دیں
گے جن کا الزامات استغاثہ سے تعلق ہے وغیرہ۔

(۵) کرشنامینن وزیر داخلہ ہند: استغاثہ کے الزام کی تردید کیلئے ضروری ہے۔

(۶) مسٹروی پی مینن: ۴۷ء والے الحاق میں اہم حصہ لیا ہے۔ اس وقت کے حالات
کی ذاتی واقفیت رکھتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ

(۷) صدر ریاست ڈاکٹر کرن سنگھ۔ ۹ اگست سے قبل اور اس کے بعد واقعات سے
واقف ہیں۔

۸،۹،۱۰: بخشی غلام محمد، غلام محمد صادق اور شام لال صراف
۹/اگست ۱۹۵۳ء کے فریق ہیں۔ دیگر متعلقہ حالات کی واقفیت رکھتے ہیں۔

(۱۱) سیکریٹری لیجسلیٹو اسمبلی ایسے آئینی کارروائی سے متعلق امور جن کا الزامات سے
تعلق ہے۔

میں نے مزید کہا۔ اگر صاحب مجسٹریٹ کو میرے مذکورہ اظہارات سے
اطمینان نہ ہو تو میں جملہ واقعات من وعن عدالت کے سامنے (تحریر وتقریر کی صورت
میں) رکھنے کیلئے تیار ہوں اور بحوالہ شہادت استغاثہ ان گواہوں کی شہادت سے مطلوبہ کا
تعلق ثابت کروں گا تا کہ عدالت کو مکمل یقین ہوجائے کہ ان گواہوں کی شہادت نہ صرف
متعلقہ ہے بلکہ اہم ہے۔

باب ۲۰

(۱) گرفتاری کے قریب پانچ سال بعد شیخ محمد عبداللہ اور اُس کے ۲۶ ساتھیوں پر فردِ الزام عائد

(۲) مرزا محمد افضل بیگ نے خود مقدمہ کی پیروی کی

(۳) سماعت ۱۱ رجون ۱۹۵۸ سے شروع

مرزا محمد افضل بیگ کی جیل ڈائری سے چند اقتباسات

۱۰ جون ۱۹۵۸: ملزمان سازش کیس آج شام باسماعت کُڈ جیل لائے گئے۔

۱۱ جون ۱۹۵۸ء: مقدمہ کی سماعت سپیشل مجسٹریٹ کی عدالت میں شروع ہوئی۔ ۲۶ جون پر سماعت ملتوی کی گئی

۱۵ جون ۱۹۵۸ء: وزیر اعظم کو قانونی کتابوں کی فراہمی کیلئے خط لکھا

۲۶ جون ۱۹۵۸ء: آج مقدمہ کی سماعت ہوئی۔ پرائیوٹ ذرائع سے حاصل کی ہوئی کتابیں عدالت کو handover کی۔ کورٹ سے صرف دو کتابیں (2) Secuirty Act, History of Kashmir فراہم کی۔

۲۴ اکتوبر ۱۹۵۸: مقدمہ کی سماعت پھر شروع ہوئی

شیخ صاحب ملزمان میں شامل

۴ ستمبر ۱۹۵۹ء: میں نے ایڈوکیٹ کیخلاف توہین آمیز الفاظ پر پروٹیسٹ کیا۔

۱۷ اکتوبر ۱۹۵۹ء: ہردیال سنگھ پر میری جرح شروع ہوئی۔ وقفہ کے بعد درخواست Privilege پر میں نے بحث کی۔ ہردیال سنگھ پر میری جرح پھر شروع ہوئی۔ جرح سے قبل درخواست دی کہ فیصلہ عدالت متعلقہ ۱۲۳ اور ۱۲۴ دفعات Privilege کیخلاف چارہ جوئی کا حق محفوظ رکھ کر جرح کی جارہی ہے۔

۲۲ رجنوری ۱۹۶۰ء: ۵ بجے شام مسٹر عبدالرحمن میرپوری حال مقیم لندن نے شیخ صاحب اور میرے ساتھ ملاقات کی ڈیفنس کونسل کے تقرر پر بات چیت ہوتی رہی۔

۲۹ رجنوری: آج ساڑھے نو بجے سے ساڑھے گیارہ بجے تک رپورٹ شدہ تقریروں کا ریکارڈ سنا۔ اس کے بعد شوناتھ پر میری جرح شروع ہوئی۔

۲۱ راپریل ۱۹۶۰ء: استغاثہ کی درخواست پر کہ رامچندر سب انسپکٹر کا بیان قلم بند کیا جائے۔ بحث ہوئی۔ میں نے عدالت سے کہا کہ اس مرحلہ پر اس گواہ کا بیان کرانے سے یہی مراد معلوم ہوتا ہے کہ جرح کی لائین کا استغاثہ کو علم ہوجائے تا کہ باقی گواہان کو بھی اسی طرح تیار کیا جائے یا ضرورت پڑے تو سرکاری ریکارڈ بھی بدل دیا جائے (عدالت سے کہا گیا کہ ہمارے اعتراضات نوٹ کئے جائیں)

۱۱ رجولائی ۱۹۶۰ء: مسٹر پاٹھک نے کارروائی شروع ہونے سے قبل اعتراض کیا کہ S342 کے تحت استفسارات سے پہلے ان تمام امور کا فیصلہ کیا جائے جو بدوران شہادت ملزمان نے پیش کئے ہیں جو فیصلہ طلب ہیں۔ میرا جواب یہ تھا کہ آج ۳۴۲ کی کارروائی کیلئے کہا گیا ہے لہٰذا استفسارات واپس لے جائیں اور اس غرض کے لئے درخواست بھی دی لیکن استغاثہ کے اعتراض کے ساتھ عدالت نے اتفاق کیا۔

۸ راگست: آج شیخ صاحب نے عدالت میں تحریری بیان پڑھنا چاہا جس پر اعتراض ہوا۔

۹ راگست: آج بھی استفسار ہوتا رہا۔ شیخ صاحب نے جواب دینے سے انکار کیا۔

۱۰ راگست: شیخ صاحب پر سوالات ہوتے رہے کوئی جواب نہ دیا۔

۲۳ ستمبر: آج بھی اجلاس نہ ہوا۔ کل درخواست دی تھی کہ معائنہ مثل کی اجازت دی جائے۔ جواب نہ ملا

۳ فروری ۱۹۶۱ء: ہم نے درخواست استثنٰی پر فیصلہ دینے کیلئے کہا

مجسٹریٹ نے جواب دیا کہ فیصلہ ان کی موجودگی میں دیا جائیگا لیکن اگر قانوناً کوئی دیگر صورت ہے تو وہ سننے کیلئے تیار ہے۔ میں نے بحث شروع کی۔ پھر مسٹر ڈکست نے اعتراض کیا کہ غیر حاضر ملزمان کی طرف سے میں بول نہیں سکتا۔ میں نے جواب دیا کہ عدالت نے مجھ سے خطاب کیا ہے مجھے بہ حیثیت ملزم معاملہ کے ساتھ وابستگی ہے میں بول سکتا ہوں۔ میں نے بحث جاری رکھی مجسٹریٹ نے Interruptions کیں کہ جو کچھ ریکارڈ پر ہے اس پر بحث کی کیا ضرورت ہے۔ میں نے جواب دیا کہ قانون اور واقعات سے بتانا چاہتا ہوں کہ عدالت مجاز ہے کہ ملزمان مذکور کی غیر حاضری میں ان کی درخواست پر کارروائی کریں۔

مجسٹریٹ: فرض کریں مجھے ان سے کچھ دریافت کرنا ہو۔ آپ کیسے جواب دیں گے۔

جواب: ”ان کا وکیل یہاں حاضر ہے۔ میں قانون پیش کرونگا۔ یہ تمام رکاوٹیں جو استغاثہ کی طرف سے لائی جارہی ہے محض طوالت دینے اور ہماری ایزارسانی کیلئے ہیں۔“

مجسٹریٹ نے پھر روکا جس پر میں نے کہا ”آپ مجھ کچھ بولنے ہی نہیں

دیتے۔ کیا ہمیں اتنا بھی حق نہیں کہ معاملہ کا اپنا پہلو بیان کریں۔“

۲۲ فروری: سٹینوگرافر کے خدمات استعمال کرنے کی اجازت آج عدالت نے دیدی۔ میری درخواست منظور کرتے ہوئے عدالت نے حکم دیا کہ سائل جیل انٹرویو کمرہ میں عدالتی اوقات سے یا مابعد یا ایام تعطیل اپنے سٹینوگرافر سے ڈیفنس کے سلسلے میں کام لے سکتا ہے۔

۲۹ دسمبر ۱۹۶۱: شیخ صاحب اور میرے خلاف SR 28/32 کے تحت فرد الزام دیے گئے۔

میں نے مندرجہ ذیل گواہان کو سیشن عدالت میں پیش کرانے کیلئے مطالبہ کیا۔

(ا) پنڈت جواہر لال نہرو۔ (۲) لارڈ ماؤنٹ بیٹن۔ (۳) سیکریٹری جنرل یو این او معہ ریکارڈ جس کی تفصیل بعد میں پیش کی جائیگی۔

کمانڈنٹ یو این نگران قضیہ کشمیر از ۱۹۵۳ تا ۱۹۵۸ (مع ریکارڈ جس کی تفصیل بعد میں پیش کی جائیگی)

مسٹر کرشنا مینن: وزیر دفاع

مسٹر وی پی مینن سابق سیکریٹری ریاست ہا

صدر ریاست: شری کرن سنگھ

وزیر اعظم کشمیر: بخشی غلام محمد

پنڈت شام لال صراف

مسٹر جی ایم صادق، کشمیر لیجسلیٹو اور آئین ساز اسمبلی کے سیکریٹری ۵۳ سے ۵۶ تک معہ ریکارڈ۔ اس کے بعد اجلاس برخاست ہوا۔

۲۹ جنوری ۱۹۶۲: ۱۱ بجے عدالت نے مجھے طلب کیا اور بمنشا دفعہ ۲۱۶ ض۔ف

خارجہ معاملات

(۱) خارجی معاملات میں دوسرے ملکوں کے ساتھ معاہدے، اقرار نامے، تحویل مجرمین جس میں ایسے مجرموں کی بازیابی بھی شامل ہے جو سلطنتِ ہند کے حدود سے باہر ہوں۔

(۲) ہندوستان میں داخلے کی اجازت، ہجرت اور اخراج، قانون حرکات کے تحت ایسے لوگ اس قانون میں داخل ہوتے ہیں جو برطانوی سلطنت کی رعایا نہ ہوں، جو ہندوستان میں رہتے ہوں یا کسی ملحق ریاست کے باشندے ہوں۔

Naturalisation

(۱) رسل ورسائل، ڈاک وتار معہ ٹیلیفون، وائرلیس نشر واشاعت اور رسل ورسائل کے ایسے ہی دوسرے ذرائع

(۲) وفاقی ریلوے چھوٹی ریلوں کے بغیر تمام ریلوے قوانین جو سلامتی کیلئے ضروری ہوں، ریلوے کرایہ کی کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ شرح، سٹیشن اور سروس ٹرمنل چارجز، ریلوے کی انتظامیہ کی ذمہ داری، بصورت مسافر وسامان، سلامتی کیلئے چھوٹی ریلوں کے قوانین، ایسی تمام ریلوں کا انتظام جو میں مال بردار ہوں یا مسافر بردار ہوں۔

(۳) بحری سیاحت اور جہاز رانی جس میں جوار بھاٹے کی جہاز رانی بھی شامل ہے بحریہ سے متعلق دائرہ اختیار

(۴) بندرگاہوں کا قرنطینہ

(۵) بڑے بڑے بندرگاہ اس سے مراد ایسے بندرگاہوں کی حد بندی قوانین کا نفاذ اور وہاں کے انتظامیہ کے قوانین بنانا ہے۔

(۶) ہوائی جہاز اور فضائیہ، ہوائی اڈوں کی تعمیر، ہوائی ٹریفک کے قوانین اور انتظامیہ اور ہوائی اڈے کے قوانین

(۷) لائٹ ہاؤسز جن میں لائٹ شپ اور روشنی کے مینار اور بحریہ اور فضائیہ کی سلامتی کے قوانین شامل ہیں۔

(۸) بحری اور فضائیہ کے ذریعہ مسافروں اور مال کا شرح کرایہ

(۹) ریلوے یونٹ کے کسی ممبر کے اختیارات اور دائرِ عمل کی مقامی یونٹ سے باہر توسیع

ضمنی:

(۱) سلطنت کے قانون سازیہ میں کسی قانون یا حکم کے تحت انتخاب

(۲) مندرجہ بالا معاملات میں حکم عدولی کے قوانین

(۳) مندرجہ بالا معاملات کے بارے میں تفتیش اور اعداد وشمار حاصل کرنے کے قوانین

(۴) مندرجہ بالا معاملات کے سلسلے میں عدالتوں کے اختیار اور دائر اختیار البتہ عدالتوں کے دائر اختیار میں وسعت یا کسی، ملحق ریاستوں کے حکمرانوں کی صوابدید پر منحصر ہوگا۔

(۵) میں اس بات کا اعلان کرتا ہوں کہ میں سلطنت کے ساتھ اس یقین دہانی کے پیش نظر الحاق کرتا ہوں کہ اگر گورنر جنرل سلطنتِ ہند اور ریاست کے حکمران کے ساتھ کوئی معاہدہ عمل میں آتا ہے جس کی روشنی میں ریاستی انتظامیہ کا کوئی کام یا ریاستی قانونی سازیہ کا کوئی قانون ریاستی حکمران کے ذریعہ نافذ العمل ہونے کے ساتھ ساتھ اثر پذیر بھی ہوگا۔

(۶) اس دستاویز الحاق کے دفعات میں اُس وقت تک قانون آزادی ہند بحریہ ۱۹۴۷ء کے تحت کوئی تحریف یا ترمیم عمل میں نہیں آئیگی جب تک کہ یہ ترمیم ایک اور دستاویز االحاق کے ذریعہ میری طرف سے منظور نہیں کی جاتی۔

(۷) اس دستاویز کے ذریعہ ریاستی قانون سازیہ کو اختیار نہیں دیا جاتا کہ وہ ریاستِ جموں وکشمیر میں جبراً کوئی زمین حاصل کر سکے خواہ مقصد کچھ بھی ہو لیکن اگر ریاست کے مقاصد کی خاطر کسی طرح کی زمین حاصل کرنا چاہے تو میں اُن کی التجا پر قیمتاً زمین حاصل کرونگا یا اگر ایسی زمین میری جائیداد ہو تو اُسے تقسیم شدہ شرائط کے تحت انہیں منتقل کرنا ہوگا۔

(۸) اس دستاویز کو کوئی ایسے معنے نہیں پہنا سکتا جس کی رو سے مستقبل کے کسی آئین کو تسلیم کرنے کا مطلب نکلتا ہو یا کسی آئین کے ساتھ میری مرضی کو ملحق کرتا ہے۔

(۹) یہ دستاویز الحاق کسی بھی طرح سے ریاست پر میری خودمختاری کے مستقبل قوانین کی عمل پذیری اور میرے اختیار پر کسی طرح سے بھی اثر انداز نہیں ہوسکتا، نہ کسی مروجہ قانون کی قدر و قیمت کو متاثر کر سکتا ہے۔

(۱۰) میں اس بات کا اعلان کرتا ہوں کہ میں اس دستاویز کو ریاست کی طرف سے نافذ کرتا ہوں اور مجھے یا ریاست کے حکمرانوں یا کسی بھی شخص کو جن میں میرے وارث بھی شامل ہیں اس کی تعبیر وتفسیر کا حق نہیں پہونچتا۔

میرے اپنے دستخط کے ساتھ آج ۲۶ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو اجرا کیا گیا۔

دستخط ہری سنگھ

مہاراجہ ریاستِ جموں وکشمیر

گورنر جنرل لارڈ مونٹ بیٹن کا جواب:

آپ کا خط مورخہ ۲۶ اکتوبر مجھے ملا۔ جن مخصوص حالات کا تذکرہ آپ نے کیا ہے اس کے پیش نظر میری حکومت نے ہندوستان سے ریاستِ جموں وکشمیر کے الحاق کو منظور کرنے کا فیصلہ کیا ہے چنانچہ اپنی اس پالیسی کے مطابق جب کسی ریاست کے الحاق کا مسئلہ تا بہ امتزاج ہو تو الحاق کا مسئلہ اس ریاست کے باشندوں کے خواہش کے مطابق طے ہونا ہے میری حکومت یہ چاہتی ہے کہ کشمیر میں امن و امان قائم ہونے اور حملہ آوروں سے سرزمین کشمیر کے صاف ہو جانے کے فوراً بعد عوام کی رائے سے ریاست کے الحاق کا مسئلہ طے کیا جائے۔

اس دوران فوجی امداد کے لئے آپ نے جو اپیل کی ہے اس پر ہندوستان کی فوجوں کو کشمیر بھیجنے کیلئے آج ہی کارروائی کر دی گئی ہے تاکہ آپ کے علاقہ کو محفوظ رکھے اور آپ کے عوام کی جان، مال اور عزت کو بچانے میں وہ آپ کی فوجوں کی مدد کریں۔

مجھے اور میری حکومت کو یہ دیکھ کر اطمینان ہوا ہے کہ آپ نے ایک عارضی حکومت تشکیل دینے کیلئے جو آپ کے وزیر اعظم کے ساتھ کام کرے گی۔ شیخ محمد عبداللہ کو مدعو کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

باب ۱۹/اے

(۱) نیا آئین جموں وکشمیر ۲۶ جنوری ۱۹۵۷ سے لاگو کیا گیا۔ یہ آئین ہندوستان کے آئین کے تابع تھا۔

(۲) دستاویز الحاق

آئین جموں وکشمیر کو مجلس دستور سازیہ جس کا قیام شیخ وزارت کے دوران ستمبر ۱۹۵۱ء میں بذریعہ انتخاب لایا گیا تھا اور جس کو صدر مجلس دستور سازیہ خواجہ غلام محمد صادق نے پانچ سال کی محنت کے بعد قائم کردہ مختلف کمیٹیوں کی رپورٹوں کی بنا پر مرتب کر کے ۱۷ نومبر ۱۹۵۶ء کو منظور کیا اور اس آئین پر ۱۹ نومبر ۱۹۵۶ء کو ممبران نے دستخط کئے اور اسے ۲۶ جنوری ۱۹۵۷ء سے ریاستِ جموں وکشمیر پر لاگو کیا گیا۔

نوٹ: اس آئین کے مجلس دستور سازیہ میں پیش ہونے منظور کئے جانے اور ریاست پر لاگو کئے جانے کے وقت شیخ محمد عبداللہ اور مرزا محمد افضل بیگ جیل میں تھے۔

دستاویز الحاق

آزادی ہند کے مسودہ قانون مجریہ ۱۹۴۷ء کے تحت ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کے بعد ایک آزاد مملکت کا قیام عمل میں لایا جائیگا۔ جس کا نام ''ہندوستان'' ہوگا اور حکومتِ ہند

کا مسودہ قانون مجریہ ۱۹۳۵ء بعد اضافہ ترمیم، تنسیخ جیسا کہ گورنر جنرل مقرر فرمائیں مملکت ہندوستان پر لاگو سمجھا جائیگا۔

حکومت ہندوستان کے قانون مجریہ ۱۹۳۵ء جو گورنر جنرل کے احکامات کے تحت لاگو کئے گئے ہیں۔ بتایا گیا ہے کہ کوئی ہندوستانی ریاست ایک دستاویز الحاق کے تحت جو وہاں کے حکمران کی طرف سے پیش ہو ہندوستان کے ساتھ الحاق کر سکتی ہے۔

(۱) بدیں صورت میں شریمان اندر مہندر، راجیشور، مہاراج ادھیراج شری ہری سنگھ حکمران جموں وکشمیر وتبت اپنی ملک کی فرماں روائی کے اختیارات کے تحت اس دستاویز الحاق کو پیش کرتا ہوں۔

میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ میں سلطنت ہندوستان کے ساتھ بدیں مقصد الحاق کرتا ہوں کہ گورنر جنرل ہندوستان، سلطنت کا قانون سازیہ فیڈرل کورٹ یا سلطنت کا کوئی اور مختار جسے سلطنت نے مقرر کیا ہو اس دستاویز الحاق کے تحت (جو ہمیشہ دئے ہوئے شرائط کے تابع ہوگا) اور سلطنت کی مقاصد کی خاطر ریاست جموں وکشمیر (جیسے اب ریاست کہا جائیگا۔ میں ان تمام تقریبات جن کا سلطنت کی طرف سے قانون مجریہ ۱۹۳۵ء کے تحت اختیار دیا گیا ہو اور جو سلطنت ہندوستان میں عمل پذیر ہوں مختار ہوگا جس طرح کہ یہ قوانین ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو سلطنتِ ہندوستان میں عمل پذیر ہونگے۔

(۲) میں اس قانونی پابندی کا ذمہ دار ہوں کہ ریاست مین ایسے قوانین کا اجرا عمل میں لایا جائیگا جو موجودہ دستاویزوں کی روشنی میں عمل پذیر ہو رہے ہیں۔

(۳) میں شیڈول میں شامل معاملات چاہتا ہوں کہ ریاستی قانون سازیہ ان معاملات کے بارے میں حسبِ حال قوانین منظور کر لئے

مولوی محمد سعید مسعودی: شیخ صاحب تک یہ پیغام پہنچائیں

مرزا محمد افضل بیگ: کیا مطلب؟

مولوی محمد سعید مسعودی: اُن سے کہیں کہ پنڈت نہرو کو یہ نام بالکل پسند نہیں۔ اس تنظیم کا نام ''محاذ رائے شماری'' نہیں کوئی اور نام رکھا جائے۔

مرزا محمد افضل بیگ: میں نے کسی کی خوشنودی کیلئے پارٹی کا نام نہیں رکھا۔

پارٹی کی بنیاد پڑ گئی۔ اس سلسلے میں مرزا محمد افضل بیگ دوسرا اجلاس اننت ناگ میں منعقد کرانے جا رہے تھے کہ انہیں دوبارہ گرفتار کر کے اُسی جیل میں پہنچایا گیا جہاں شیخ محمد عبداللہ اُن کے منتظر تھے۔

جنوری ۱۹۵۸ء میں شیخ محمد عبداللہ کو جیل سے اچانک رہا کیا گیا۔ مولوی محمد سعید مسعودی اُنکے گھر میں بیٹھ کر اُن کے مشیر خاص بنے ہوئے تھے۔ اُنہی دنوں مولوی محمد سعید مسعودی نے ۱۹۵۵ میں بیگ صاحگ سے کی گئ مختصر گفتگو کا ذکر کیا۔ شیخ محمد عبداللہ نے برجستہ کہا کہ بیگ صاحب میرے لئے مشکلات ہی پیدا کرینگے خیر نام میں کیا رکھا ہے آپ تو جانتے ہیں کہ مرزا محمد افضل بیگ ضرورت سے زیادہ ظریف ہے۔

۱) انہی دنوں پنڈت جواہر لال نہرو کی بہن وجے لکشمی پنڈت سیر و سیاحت کے لئے سرینگر آئیں۔ پنڈت کشپ بندھو کی وساطت سے شیخ محمد عبداللہ نے اُنکو دعوتِ طعام پر مدعو کیا۔ شیخ محمد عبداللہ نے ۱۱ر اپریل ۱۹۵۸ء کو پنڈت جواہر لال نہرو کو خط لکھا جو وجے لکشمی پنڈت کے ہاتھ بھیجا گیا۔ متن یوں تھا

''بخشی غلام محمد اور اُس کے ساتھیوں کی اختیار کردہ پالیسی سے آپ دھوکا نہ کھائیں ورنہ یہ ہم سب کیلئے تباہ کن ثابت ہوگا۔''

اُسی دوران شیخ محمد عبداللہ نے محاذ رائے شماری کا خصوصی اجلاس طلب کیا۔

ایک سیاسی قرارداد کی رو سے کشمیر کا واحد حل رائے شماری قرار دیا گیا۔ ایک یاداشت تیار کی گئی اور یہ مسودہ مردولا سارا بھائی کے ذریعہ چھپوانے کیلئے دلی بھیجا گیا۔ سب سے پہلے یہ مسودہ مولوی محمد سید مسعودی نے پنڈت جواہر لال نہرو کو دکھایا۔ اس مسودے میں Plebesite کے بعد دو لفظ or otherwise اندراج کئے گئے۔ یعنی

Plebesite or otherwise

۹ر اگست ۱۹۵۳ء کی گرفتاری کے پونے پانچ سال بعد ۲۱ مئی ۱۹۵۸ کو جموں کی سپیشل مجسٹریٹ کی عدالت میں زیر دفعہ ۱۲۱ الف اور ۱۲۰ ب رنبیر پینل کوڈ اور زیر دفعہ ۳۲ سیکورٹی رولز مرزا محمد افضل بیگ اور اُن کے ۲۵ ساتھیوں کے خلاف مقدمہ سازش دائر کیا گیا۔ جس کے تحت انہیں ریاستی حکومت کا تختہ الٹنے کیلئے پاکستان کے ساتھ ساز باز کرنے کا الزام عائد کیا گیا۔ اس سلسلے میں نئی دہلی کی رضامندی بھی حاصل کی گئی تھی۔ شیخ محمد عبداللہ دوبارہ گرفتار ہوئے تو جیل میں ایک ضمنی چالان پیش کر کے انہوں نے پہلے ملزم کی حیثیت سے مرزا محمد افضل بیگ کی جگہ لی۔

لندن کے شہرہ آفاق مسٹر ڈنگل فٹ کو وکیل دفاع کی حیثیت سے مقرر کیا گیا۔

اس غرض کے لئے جب وہ یہاں آئے تو دلی کے ایئر پورٹ سے ہی انہیں وزارت خارجہ اور وزارت داخلہ میں طلب کیا گیا بعد میں کشمیر آ کر قیدیوں سے مل کر اس نے ہی بیان دیا کہ ''مرزا محمد افضل بیگ کے ہوتے ہوئے میری اس مقدمے میں کوئی ضرورت نہیں۔''

محمد عبداللہ تلملائے۔ وہاں سے نکل کر وہ غم غلط کرنے کیلئے معہ اہل وعیال اس ویک اینڈ پر گلمرگ چلے گئے۔

ممبران پارلیمنٹ مولوی محمد سعید مسعودی اور شیو نارائن فوطیدار دلی میں ہی تھے۔ ان دونوں کو بھی ۱۹۵۲ء میں لوک سبھا الیکشن کے موقعہ پر وزیر اعظم شیخ محمد عبداللہ نے پارلیمنٹ کیلئے نامزد کیا تھا اُن دنوں راجیہ سبھا کی طرح لوک سبھا کیلئے بھی ممبران نامزد ہوا کرتے تھے۔ مذکورہ بالا ممبر پارلیمنٹ وی شیو نارائن فوطیدار رہے جس نے ۱۹۳۴ میں پرجا سبھا الیکشن کے دوران رسول اللہ ﷺ کی ذات پر حملہ کیا تھا۔ اس ضمن میں شیخ محمد عبداللہ نے مجاہد منزل میں منعقدہ اجلاس میں اس واقعہ کی مذمت کی تھی اور لوگوں کو نرم رویہ اپنانے کا مشورہ دیا تھا کہ الزام ثابت ہونے تک معاملہ کو الجھانا جائز نہیں۔

۳۱ جولائی ۱۹۵۳ کو راء کے چیف بی این ملک پنڈت نہرو سے اُن کی کوٹھی پر قریب دو گھنٹہ ملے اُس نے کشمیر کے معاملہ کا پس منظر بیان کرتے ہوئے کہا ''اب اس بات کے سوا کوئی چارہ نہیں رہا ہے کہ شیخ محمد عبداللہ کو برطرف کیا جائے۔''

بی این ملک مرکزی انٹلی جینس کا ایک اعلیٰ آفیسر تھا کچھ عرصہ پہلے اُس کو کشمیر بھیجا گیا تا کہ وہ حالاتِ حاضرہ پر اپنے تاثرات پیش کرے، بخشی غلام محمد، غلام محمد صادق، ڈی پی در، اور مولوی محمد سعید مسعودی ملک کے رابطہ میں رہے۔

اسی دوران وزیر قانون کے پی اے سید میر قاسم کسی کو بتائے بنا دلی چلے گئے۔

پنڈت نہرو نے شیخ محمد عبداللہ کو برطرف کرنے اور بخشی غلام محمد کو وزیر اعظم بنانے کیلئے سادہ کاغذ پر ''بلا دستخط اور بلا تاریخ'' یادداشت وہدایت سید میر قاسم سے ٹائپ کرایا وہ اپنے پی اے کو بھی اس سلسلے میں بے خبر رکھنا چاہتا تھا۔

برطرفی سے متعلق صدرِ ریاست کا حکم نامہ:

چونکہ کچھ مہینوں سے میں بڑھتے ہوئے تشویش کے ساتھ محسوس کر رہا ہوں کہ سرکار کے ارکان کے درمیان بنیادی معاملوں، سیاسی، اقتصادی اور انتظامی امور پر اختلاف رائے پایا جاتا ہے جو ریاست کے اہم مفادات کو متاثر کر رہا ہے اور چونکہ حکومت کے ارکان کھلے عام ان معاملوں کے متعلق متضاد خیالات کا اظہار کر رہے ہیں۔ اور چونکہ ان کو متحد ہونے اور ہم آہنگی کے ساتھ کام کرنے کی تمام کوششیں ناکام ہوگئیں اور کابینہ کے ممبران کی اکثریت نے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ فرض اور عمل میں عدم اعتماد کی وجہ سے موجودہ کابینہ عوام کا اعتماد کھو چکی ہے۔

اور چونکہ عوام کی اقتصادی بدحالی میں قابل غور حد تک اضافہ ہو چکا ہے جس پر فوری اور گہری توجہ کی ضرورت ہے اور چونکہ وقت آ گیا ہے جبکہ ایک دیانت دار اور قابل انتظامیہ کا کام ناممکن ہو گیا ہے اور آخر چونکہ موجودہ کابینہ کی کارکردگی مشترکہ ذمہ داری کی بنیاد پر ناممکن ہو گئی ہے نتیجہ کے طور پر اختلافات نے ریاست کے اتحاد، خوشحالی اور مضبوطی کو بری طرح متاثر کیا ہے۔

میں کرن سنگھ ریاست کے لوگوں کے مفاد کے پیش نظر جنہوں نے میرے اوپر ریاست کے سربراہی کی ذمہ داری عائد کی ہے اس حکم کے تحت شیخ محمد عبداللہ کو وزارتِ عظمیٰ سے برطرف کرتا ہوں اور اس کی سربراہی میں ارکان کابینہ کو فوری طور برخاست کرتا ہوں۔

تاریخ ۱۸اگست ۱۹۵۳ء

دستخط: کرن سنگھ

صدرِ ریاست

اُس وقت وزارت کے پانچ رکن تھے

(۱) شیخ محمد عبداللہ وزیر اعظم

ہنگامی اختیارات:

حکومت ہند کی جانب سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ آئین کی دفعہ ۳۵۲ کا اطلاق ضروری ہے کیونکہ یہ ریاست کے تحفظ کے اہم معاملات کے متعلق ہے لیکن حکومت ہند نے دفعات ۳۵۶ اور ۳۶۰ کے اطلاق پر زور نہیں ڈالا وفد کشمیر کی جانب سے یہ ظاہر کیا گیا کہ دفعہ ۳۵۲ کا ریاست پر اطلاق ضروری نہیں۔ جنگ یا بیرون حملہ کی صورت میں ساتویں شیڈول (ضمیمہ) کی مداول متعلقہ دفاع ہذا اطلاق پذیر ہے لہٰذا حکومت ہند کو یہ پورا اختیار ہے کہ وہ دفاع کے سلسلے میں کوئی کارروائی کرے بالخصوص ہم اس امر کے خلاف ہیں کہ اندرونی شورش کو بھی اس سلسلہ میں ان کے سپرد کر دیا جائے کیونکہ کچھ معمولی نوعیت کی اندرونی بدنظمی بھی ۳۵۲ کے اطلاق کی غرض سے کافی خیال کی جاسکتی ہے اس کے جواب میں یہ کہا گیا کہ دفعہ ۳۵۲ صرف شدید ہنگامی صورتحال میں اطلاق پذیر ہو سکتی ہے بشرطیکہ اس کے پیراگراف اول کے آخر میں حسبِ ذیل ایزادی کی جائے قبول کی جاسکتی ہے لیکن اندرونی شورش کی نسبت ریاست کی گورنمنٹ کی درخواست یا اس کے اتفاق رائے سے ہم نے مجموعی طور پر اس صورتِ حال کو قبول کر لیا لیکن ہم نے ساتھ ہی ساتھ کچھ وقت مانگا کہ ہمیں دفعات ۳۵۳، ۳۵۸ اور ۳۵۹ جنہیں ہم مجموعی طور پر منظور کر لیں گے کے نتائج و مفہوم پر غور کرنے کا موقعہ۔ ہم نے اس امر کی خواہش ظاہر کی کہ بیشتر اس کے ہم اپنی رائے کا اظہار کریں ہمیں اس کی دیکھ بھال کا موقعہ دیا جائے۔

ایوان ہائے پارلیمنٹ کے الیکشن کا انعقاد:

جہاں تک پارلیمنٹ کے انتخاب، پریذیڈنٹ اور وائس پریذیڈنٹ کے عہدوں کا تعلق ہے آئین ہند کی دفعہ ۳۲۴ پہلے ہی ریاست پر اطلاق پذیر ہے جس

نے ایوان کے سامنے ان معاہدوں کے اہم مقتضات جو ہمارے اور حکومتِ ہند کے درمیان طے پائے پیش کر دیئے ہیں۔ جیسا کہ آنریبل ممبران دیکھیں گے حکومتِ ہند کا رویہ بلاشبہ نہایت باعثِ امداد رہا۔ اس وقت ایک تسلی بخش صورت پیدا ہو گئی ہے اور ہم اس قابل ہیں کہ ہند سے اپنے آئین تعلقات کی بنیادی امور کا غیر مبہم شرائط پر تعین کریں ہمارے متعلقہ نقطہ ہائے نگاہ میں کافی ربط وضبط پیدا ہو چکا ہے حکومتِ ہند اور وفد کشمیر (جس کی سربراہی مرزا محمد افضل بیگ کر رہے ہیں) دونوں کے نمائندگان کے دلوں میں یہ خواہش اس امر کی محرک ہے کہ موجودہ تعلقات کو مزید تقویت دی جائے اور غیر واضح اور مبہم صورتحال کو رفع کیا جائے۔ ہمیں پہلے کی طرح یہ یقین ہے کہ ہمیں ہند کی حکومت اور اس کے لوگوں کی ہمارے جمہوری اصولوں کی تکمیل کیلئے اور ہمارے مقاصد کے پروان چڑھنے کیلئے پوری حمایت حاصل ہے۔ مجھے پوری امید ہے کہ اس خیر سگالی اور یکجہتی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آزادی اور جمہوریت ہمارے ملک میں مستحکم بنیادوں پر استوار ہو جائیں گی تاہم اس امر پر زور دوں گا کہ ہند کے ساتھ ہمارے تعلقات اعلیٰ جمہوری اور غیر مذہبی امنگوں کی مطابقت ہے جن امنگوں نے پورے ہندوستان اور ریاست جموں وکشمیر کے لوگوں کو قانونی مجبوریوں سے آزاد ہونے کی جدوجہد میں رہنمائی کی ہے جس کے سامنے آئینی تحفظات ثانوی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں یقینی طور پر یہ مسئلہ مجلس آئین ساز سے وابستہ ہے۔ جو ان معاملات کی اصل صورت سے شناسا ہو چکی ہے کہ وہ ہند کے ساتھ ریاست کے الحاق کی وسعت اور دائرہ کی نسبت تصفیہ کرے۔ یہ اسمبلی ان تعلقات کو موجودہ بنیادوں پر جاری رکھ سکتی ہے یا جس طرح وہ پسند کرے اور قابل عمل اور مناسب سمجھے اس کے دائرہ کو وسیع کر سکتی ہے۔ ریاست کے آئین وضع کرنے کے دوران میں اس اسمبلی کے آنریبل ممبران کو یہ موقعہ میسر آجائے گا کہ وہ ان معاملات پر

(۲) بخشی غلم محمد — نائب وزیر اعظم

(۳) مرزا محمد افضل بیگ — وزیر قانون

(۴) گردھاری لعل ڈوگرہ — وزیر خزانہ

(۵) شام لال صراف — وزیر صحت

خواجہ غلام محمد صادق — صدر مجلس موجودہ سپیکر

نوٹ: نمبر ۶ اور نمبر ۵ نے نمبر ۲ پر اپنے اعتماد کا اظہار کیا جو کہ ایک اکثریت مانی گئی۔

۹ راگست ۱۹۵۳ء کی صبح کا سورج پوری طرح طلوع بھی نہ ہوا تھا کہ وزیر اعظم شیخ محمد عبداللہ کو گلمرگ میں برطرفی اور گرفتاری کے احکامات جاری کئے گئے۔ ادھر سرینگر میں وزیر قانون مرزا محمد افضل بیگ کو ان کی سرکاری کوٹھی سونہ وار سرینگر مین ایسے ہی احکامات ملے۔

اگلے روز مولوی محمد سعید مسعودی نے پارلیمنٹ میں تقریر کرتے ہوئے اس امر کو تسلیم کیا کہ غیر ملکی طاقتیں کشمیر کا شکار کرنے کیلیئے تاک میں بیٹھی ہیں کہ کب ان کو موقعہ ملے اور وہ اسے ہڑپ کریں۔ کشمیر فوجی لحاظ سے ایک خاص اہمیت رکھتا ہے اور ان کی خواہش ہے کہ جس قدر بھی جلد ممکن ہو وہاں اپنا فوجی مرکز قائم کریں۔

۱۵ ستمبر ۱۹۵۳ء کو نیشنل کانفرنس کے ورکروں، ممبران ورکنگ کمیٹی، ممبران جنرل کونسل اور ارکان مجلس دستور ساز کا ایک کنونشن منعقد ہوا۔ قرارداد میں بخشی غلام محمد کی حکومت پر اظہار اعتماد کیا گیا اور اس امر کا اعادہ کیا گیا کہ کشمیر اپنے مشروط الحاق اور دلی پیکٹ کی پوری پابندی کریگا اور باقی تمام امور میں اپنی آزادی برقرار رکھے گا۔

بخشی غلام محمد کی وزارت میں قریب قریب سبھی لوگ وہی تھے جو شیخ محمد عبداللہ کی وزارت کے رکن تھے سید میر قاسم کے بغیر تینوں وزراء شیخ وزارت کے رکن تھے۔

سید میر قاسم کو وزارتِ مال کا قلمدان سونپا گیا۔

باب ۱۹

(۱) دو سال کے بعد علالت کی آڑ میں مرزا محمد افضل بیگ کی رہائی۔

(۲) جنوری ۱۹۵۸ میں شیخ محمد عبداللہ کی جیل سے اچانک رہائی۔

(۳) شیخ محمد عبداللہ کی دوبارہ گرفتاری۔

(۴) اس پر اور اس کے ساتھیوں پر مقدمہ سازش کیس دائر

۱۹۵۵ء میں سابق وزیر قانون مرزا محمد افضل بیگ کو نازک علالت کی وجہ سے رہا کر کے اپنے آبائی گھر پہنچا دیا گیا جو کہ سرنل اننت ناگ میں واقع ہے۔ حالات اس قدر مخدوش تھے کہ لوگ مشکل سے اُن کی خبر گیری کے لئے اننت ناگ آ جا سکتے تھے اُن کے گھر کے آس پاس ہر وقت پولیس کا پہرہ رہتا تھا۔ صحت یاب ہوتے ہی انہوں نے ایک سیاسی تنظیم کی بنیاد ڈالنی چاہی اس سلسلے میں جب نئے پرانے لوگوں سے بات چیت کی تو سب نے کہا! ”کیا اس کو شیخ محمد عبداللہ کی رضامندی حاصل ہے۔“ اس ضمن میں ایک چھٹی ڈرافٹ کی گئی جو شیخ محمد عبداللہ کو جیل میں بھیجی گئی فوراً جواب ملا "Go Ahead" اور محاذ رائے شماری کا نام تجویز ہوا۔ جو دیکھتے ہی دیکھتے ایک تحریک کی صورت میں ابھری، مولوی محمد سعید مسعودی سرینگر آ کر مرزا محمد افضل بیگ سے ملے اور اُن سے کہا!

تنازعات کی نسبت ابتدائی اختیار سماعت حاصل ہوگا مزید یہ طے پایا ہے کہ سپریم کورٹ کو بنیادی حقوق کے بارہ میں جو ریاست نے تسلیم کر لئے ہیں اختیارات سماعت ہونا چاہئے حکومتِ ہند کی جانب سے سفارش کی گئی تھی کہ ریاست میں ایڈوائزری بورڈ جو ہز ہائینس بورڈ آف جوڈیشل ایڈوائزرز کے نام سے موسوم ہے کو ختم کیا جانا چاہئے اور وہ اختیارات سماعت جو یہ بورڈ استعمال کرتا ہے ہندوستان کے سپریم کورٹ کو حاصل ہونے چاہئیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سپریم کورٹ جملہ دیوانی اور فوجداری معاملوں میں جن کا آئین ہند میں ذکر ہے آخری عدالتِ مرافعہ ہونی چاہئے بہر حال ہم نے یہ محسوس کیا کہ اس کے لئے ایک چھان بین کی ضرورت ہے لہٰذا یہ طے پایا کہ ہمیں اس امر پر مزید غور کرنے کیلئے وقت ملنا چاہئے۔

(پ) قومی جھنڈا:

ہم نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ ان وضاحتوں کے پیشِ نظر جو اس ایوان کو قرارداد کی تعبیر کرتے وقت پبلک بیانات میں کی ہے جن کے مطابق ریاست کے پرانے جھنڈے کی بجائے نیا جھنڈا رکھا گیا ہے یہ ظاہر تھا کہ ریاست کا نیا جھنڈا کسی معنی میں قومی جھنڈے کا حریف نہیں لیکن تاریخی اور دیگر وجوہ پر جن کا تعلق ریاست کی جدوجہد آزادی کے ساتھ ہے۔ اس جھنڈے کو قائم رکھنے کی ضرورت کو تسلیم کیا گیا ہے جسے یونین کے جھنڈے کو جس کے ساتھ ہماری وفاداری بطور ایک حصہ کے یونین کے وابستہ ہے ریاست میں نمایاں حیثیت حاصل رہیگی۔

(د) پریذیڈنٹ آف انڈیا

اس امر پر اتفاق رائے ہو گیا ہے کہ التوائے قتل کا عطا کرنا، سزائے موت میں تبدیلی کے اختیارات وغیرہ یونین کے پریذیڈنٹ کو حاصل ہونے چاہئیں۔

(ز) صدرِ ریاست: ہیڈ شپ آف دی سٹیٹ

ایوان کو اس بارے میں اطلاع دینے میں مجھے خوشی ہے کہ حکومتِ ہند نے ریاست میں پشتنی حکمرانی کو ختم کرنے کے بارے میں بنیادی اصولوں کے حقوق کی کمیٹی کے مجوزہ اصول کو جیسا کہ اسمبلی ہٰذا نے منظور کیا ہے بہ نگاہِ استحسان دیکھا۔ اس اصول کو مناسب طور پر ربط دینے کیلئے حسب ذیل انتظام باہمی طور پر قرار پایا ہے۔

(۱) لازم ہے ہیڈ آف دی سٹیٹ (صدر ریاست) وہ شخص ہو جو منجانب پریذیڈنٹ یونین کی مجلس یونین کی سفارش پر تسلیم کیا گیا ہے۔

(۲) لازم ہے پریذیڈنٹ کی خوشنودی میں عہدہ برقرار رہے۔

(۳) جائز ہے کہ وہ اپنی قلمی تحریر کے ذریعہ جو پریذیڈنٹ کے نام ہو اپنے عہدہ سے مستعفی ہو۔

(۴) لازم ہے تابع احکام مذکورہ ہیڈ آف دی سٹیٹ (صدر ریاست) اپنے عہدہ پر فائز ہونے سے پانچ سال کی مدت کے لئے اس پر متمکن رہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ باوجود اپنی انقضا معیاد کے اس عہدہ پر متمکن رہے گا تاوقت کہ اس کا جانشین اس عہدہ پر فائز ہو۔

مالی یکجہتی:

اس معاملہ کی نسبت ہمارا اس قدر اتفاق رائے ہوا کہ یہ ضروری ہے کہ ریاست اور ہندوستان کے مابین ایک قسم کا مالی انتظام ترقی پذیر ہو لیکن چونکہ اس کے دور رس نتائج ہونگے لہٰذا یہ محسوس کیا گیا کہ اس مسئلہ پر ایک تفصیلی اور واقعت پرور چھان بین ضروری ہوگی۔

(ز) صدرِ ریاست: ہیڈ شپ آف دی سٹیٹ

ایوان کو اس بارے میں اطلاع دینے میں مجھے خوشی ہے کہ حکومتِ ہند نے ریاست میں پشتنی حکمرانی کو ختم کرنے کے بارے میں بنیادی اصولوں کے حقوق کی کمیٹی کے مجوزہ اصول کو جیسا کہ اسمبلی ہٰذا نے منظور کیا ہے بہ نگاہ استحسان دیکھا۔ اس اصول کو مناسب طور پر ربطہ دینے کیلئے حسب ذیل انتظام باہمی طور پر قرار پایا ہے۔

(۱) لازم ہے ہیڈ آف دی سٹیٹ (صدرِ ریاست) وہ شخص ہو جو منجانب پریذیڈنٹ یونین کی مجلس یونین کی سفارش پر تسلیم کیا گیا ہے۔

(۲) لازم ہے پریذیڈنٹ کی خوشنودی میں عہدہ برقرار رہے۔

(۳) جائز ہے کہ وہ اپنی قلمی تحریر کے ذریعہ جو پریذیڈنٹ کے نام ہو اپنے عہدہ سے مستعفی ہو۔

(۴) لازم ہے تابع احکام مذکورہ ہیڈ آف دی سٹیٹ (صدرِ ریاست) اپنے عہدہ پر فائز ہونے سے پانچ سال کی مدت کے لئے اس پر متمکن رہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ باوجود اپنی انقضا معیاد کے اس عہدہ پر متمکن رہے گا تاوقت کہ اس کا جانشین اس عہدہ پر فائز ہو۔

مالی یکجہتی:

اس معاملہ کی نسبت ہمارا اس قدر اتفاق رائے ہوا کہ یہ ضروری ہے کہ ریاست اور ہندوستان کے مابین ایک قسم کا مالی انتظام ترقی پذیر ہو لیکن چونکہ اس کے دور رس نتائج ہونگے لہٰذا یہ محسوس کیا گیا کہ اس مسئلہ پر ایک تفصیلی اور واقعت پرور چھان بین ضروری ہوگی۔

nsung Galaxy F05

(۲) بخشی غلم محمد — نائب وزیر اعظم

(۳) مرزا محمد افضل بیگ — وزیر قانون

(۴) گردھاری لعل ڈوگرہ — وزیر خزانہ

(۵) شام لال صراف — وزیر صحت

خواجہ غلام محمد صادق — صدر مجلس موجودہ سپیکر

نوٹ: نمبر ۶ اور نمبر ۵ نے نمبر ۲ پر اپنے اعتماد کا اظہار کیا جو کہ ایک اکثریت مانی گئی۔

۹ راگست ۱۹۵۳ء کی صبح کا سورج پوری طرح طلوع بھی نہ ہوا تھا کہ وزیر اعظم شیخ محمد عبداللہ کو گلمرگ میں برطرفی اور گرفتاری کے احکامات جاری کئے گئے۔ ادھر سرینگر میں وزیر قانون مرزا محمد افضل بیگ کو ان کی سرکاری کوٹھی سونہ وار سرینگر مین ایسے ہی احکامات ملے۔

اگلے روز مولوی محمد سعید مسعودی نے پارلیمنٹ میں تقریر کرتے ہوئے اس امر کو تسلیم کیا کہ غیر ملکی طاقتیں کشمیر کا شکار کرنے کیلئے تاک میں بیٹھی ہیں کہ کب ان کو موقعہ ملے اور وہ اسے ہڑپ کریں۔ کشمیر فوجی لحاظ سے ایک خاص اہمیت رکھتا ہے اور ان کی خواہش ہے کہ جس قدر بھی جلد ممکن ہو وہاں اپنا فوجی مرکز قائم کریں۔

۱۵ ستمبر ۱۹۵۳ء کو نیشنل کانفرنس کے ورکروں، ممبران ورکنگ کمیٹی، ممبران جنرل کونسل اور ارکان مجلس دستور ساز کا ایک کنونشن منعقد ہوا۔ قرارداد میں بخشی غلام محمد کی حکومت پر اظہار اعتماد کیا گیا اور اس امر کا اعادہ کیا گیا کہ کشمیر اپنے مشروط الحاق اور دلی پیکٹ کی پوری پابندی کریگا اور باقی تمام امور میں اپنی آزادی برقرار رکھے گا۔

بخشی غلام محمد کی وزارت میں قریب قریب سبھی لوگ وہی تھے جو شیخ محمد عبداللہ کی وزارت کے رکن تھے سید میر قاسم کے بغیر تینوں وزراء شیخ وزارت کے رکن تھے۔ سید میر قاسم کو وزارتِ مال کا قلمدان سونپا گیا۔

محمد عبداللہ تلملائے۔ وہاں سے نکل کر وہ غم غلط کرنے کیلئے معہ اہل و عیال اس ویک اینڈ پر گلمرگ چلے گئے۔

ممبران پارلیمنٹ مولوی محمد سعید مسعودی اور شیو نارائن فوطیدار دلی میں ہی تھے۔ ان دونوں کو بھی ۱۹۵۲ء میں لوک سبھا الیکشن کے موقعہ پر وزیر اعظم شیخ محمد عبداللہ نے پارلیمنٹ کیلئے نامزد کیا تھا اُن دنوں راجیہ سبھا کی طرح لوک سبھا کیلئے بھی ممبران نامزد ہوا کرتے تھے۔ مذکورہ بالا ممبر پارلیمنٹ وی شیو نارائن فوطیدار ہے جس نے ۱۹۳۴ میں پرجا سبھا الیکشن کے دوران رسول اللہ ﷺ کی ذات پر حملہ کیا تھا۔ اس ضمن میں شیخ محمد عبداللہ نے مجاہد منزل میں منعقدہ اجلاس میں اس واقعہ کی مذمت کی تھی اور لوگوں کو نرم رویہ اپنانے کا مشورہ دیا تھا کہ الزام ثابت ہونے تک معاملہ کو الجھانا جائز نہیں۔

۳۱ جولائی ۱۹۵۳ کو راء کے چیف بی این ملک پنڈت نہرو سے اُن کی کوٹھی پر قریب دو گھنٹہ ملے اُس نے کشمیر کے معاملہ کا پس منظر بیان کرتے ہوئے کہا "اب اس بات کے سوا کوئی چارہ نہیں رہا ہے کہ شیخ محمد عبداللہ کو برطرف کیا جائے۔"

بی این ملک مرکزی انٹلی جینس کا ایک اعلیٰ آفیسر تھا کچھ عرصہ پہلے اُس کو کشمیر بھیجا گیا تا کہ وہ حالاتِ حاضرہ پر اپنے تاثرات پیش کرے، بخشی غلام محمد، غلام محمد صادق، ڈی پی در، اور مولوی محمد سعید مسعودی ملک کے رابطہ میں رہے۔

اسی دوران وزیر قانون کے پی اے سید میر قاسم کسی کو بتائے بنا دلی چلے گئے۔ پنڈت نہرو نے شیخ محمد عبداللہ کو برطرف کرنے اور بخشی غلام محمد کو وزیر اعظم بنانے کیلئے سادہ کاغذ پر "بلا دستخط اور بلا تاریخ" یاداشت و ہدایت سید میر قاسم سے ٹائپ کرایا وہ اپنے پی اے کو بھی اس سلسلے میں بے خبر رکھنا چاہتا تھا۔

برطرفی سے متعلق صدر ریاست کا حکم نامہ:

چونکہ کچھ مہینوں سے میں بڑھتے ہوئے تشویش کے ساتھ محسوس کر رہا ہوں کہ سرکار کے ارکان کے درمیان بنیادی معاملوں، سیاسی، اقتصادی اور انتظامی امور پر اختلاف رائے پایا جاتا ہے جو ریاست کے اہم مفادات کو متاثر کر رہا ہے اور چونکہ حکومت کے ارکان کھلے عام ان معاملوں کے متعلق متضاد خیالات کا اظہار کر رہے ہیں۔ اور چونکہ ان کو متحد ہونے اور ہم آہنگی کے ساتھ کام کرنے کی تمام کوششیں ناکام ہو گئیں اور کابینہ کے ممبران کی اکثریت نے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ فرض اور عمل میں عدم اعتماد کی وجہ سے موجودہ کابینہ عوام کا اعتماد کھو چکی ہے۔

اور چونکہ عوام کی اقتصادی بدحالی میں قابل غور حد تک اضافہ ہو چکا ہے جس پر فوری اور گہری توجہ کی ضرورت ہے اور چونکہ وقت آگیا ہے جبکہ ایک دیانت دار اور قابل انتظامیہ کا کام ناممکن ہو گیا ہے اور آخر چونکہ موجودہ کابینہ کی کارکردگی مشترکہ ذمہ داری کی بنیاد پر ناممکن ہو گئی ہے نتیجہ کے طور پر اختلافات نے ریاست کے اتحاد، خوشحالی اور مضبوطی کو بری طرح متاثر کیا ہے۔

میں کرن سنگھ ریاست کے لوگوں کے مفاد کے پیش نظر جنہوں نے میرے اوپر ریاست کے سربراہی کی ذمہ داری عائد کی ہے اس حکم کے تحت شیخ محمد عبداللہ کو وزارتِ عظمیٰ سے برطرف کرتا ہوں اور اس کی سربراہی میں ارکان کابینہ کو فوری طور برخاست کرتا ہوں۔

تاریخ ۱۸ اگست ۱۹۵۳ء

دستخط: کرن سنگھ

صدر ریاست

اُس وقت وزارت کے پانچ رکن تھے

(ا) شیخ محمد عبداللہ وزیر اعظم

باب ۱۸

(۱) ۲۳؍جون ۱۹۵۳ کو سرینگر کے نشاط جیل میں آل انڈیا جن سنگھ کے صدر
شیاما پرشاد مکھر جی کا انتقال

(۲) ۹؍اگست ۱۹۵۳ کو وزیر اعظم اور وزیر قانون کی برطرفی اور گرفتاری

(۳) آئین جموں وکشمیر پر غلام محمد صادق کی سرکردگی میں از سرنو کام شروع

آل انڈیا جن سنگھ کے صدر شیاما پرشاد مکھر جی ریاست کے حدود کے اندر بلا پرمٹ وارد ہوئے۔ ریاستی حکومت نے اس کو حراست میں لیا۔ نشاط سرینگر کے ایک بنگلہ میں نظر بند کیا وہ دل کے مریض تھے اور اس کی دیکھ بھال کے لئے وزیر اعظم نے ڈاکٹر علی محمد جان کو مقرر کیا تھا۔ وہ جیل میں ہی ۲۳ جون ۱۹۵۳ کو فوت ہوئے۔

۶ اگست ۱۹۵۳ء کو سرینگر میں شیخ محمد عبداللہ کی کیبنٹ کا اجلاس ہوا۔ اس اجلاس میں وزیر اعظم نے وزیر صحت شام لال صراف سے استعفیٰ طلب کیا لیکن شام لال صراف نے استعفیٰ دینے سے انکار کیا۔ وزیر اعظم شیخ محمد عبداللہ صدر ریاست شری کرن سنگھ سے ملے اور ان سے مشورہ طلب کیا کہ ایسی صورت میں کیا کیا جائے۔ صدر ریاست نے شیخ محمد عبداللہ کو بتایا ''آئینی پوزیشن یہ ہے کہ آپ مستعفی ہو کر کابینہ کو نئے سرے سے تشکیل دیں اور اس میں شام لال صراف کو ڈراپ کریں۔ یہ جواب سن کر شیخ

تاریخ کشمیر
کے گمشدہ اوراق
مرزا امتاز افضل بیگ
Samsung Galaxy F05